

Chengh
اگر گیتی سرا سرباد گیرد چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

فسانۂ ارادت
المعروف
چراغ حقیقت

چراغ را کہ اندر نور فروزا

ہر آنکس ز نذرانش بسوزد

مصنفہ

ست دھرم سیدک ملک چاندو رام صاحب چداکاشی نشگری
جس کو

رام سبہالا ہورنے

طبع رفاه عام ٹیم لاہور میں بہ ماہ فروری ۱۹۰۷ء
طبع کراکر زیور جہاں بنایا

مناجات

کہوں میں کس زباں سے حمد پیرا
زمین و آسماں جس نے بنائے
کئے انسان و حیواں جس نے پیدا
سبھی مخلوق کا ہے سچا مالک
ہے فارغ ابتدا اور انتہا سے
ستایش اپنی میں ہے بس وہ کیتا
اگر ہر موبدن میرا زباں ہو
نہ علم و عقل کی ہے کچھ رسائی
فقط پیارے کا تقوے رکھتا ہوں میں
رکھی مٹی اولیا جیتے ہوئے ہیں۔
تو ہی ہے میرے دل کا شان پیار
مجھے سجدہ میرا اے جانِ جاں ہے
تو ہی اول تو ہی آخر جہاں ہے
تو ہی ہر دم میری دروزباں ہو
تو ہی رکھو ارہے دن رات میرا
حقیقت کا شمع روشن کیا ہے۔
لگے ہر ایک کی جس سے طبیعت
سخن و دانوں کے اس میں جٹے ہیں
منور اس کو اپنے نور سے کر۔
سبب اسکے ظہور کا ہے یہ بس
فروزاں تا ابد ہو یہ جہاں میں۔
جہاں سے تار غفلت کی مٹاؤ
میری ہے التجا یہی خستہ دایا

نہیں میری زباں میں کچھ بھی یارا
عجب پھولوں ستاروں سے سجائے
طیور و مور ہوں جس سے ہویدا۔
ہر اک جاندار کا ہے سچا مالک
میرا ہے گمانِ چوں چہ اسے
مثال اس کی نہیں ہے جگ میں پیدا
نہیں ممکن ثنا اس کی بیاں ہو۔
نہ عمل و زہد کی ہے کچھ کمائی
اُسی کے پریم کا رس چکھتا ہوں میں
سبھی بے انت ہی کتنے گئے ہیں
تو ہی ہے میرے تن کی جان پیار
تو ہی آمرزگارِ عاصیان ہے۔
تو ہی مددِ کال میں جلوہ کناں ہے
تو ہی ہر دم میرے دل کا دھیاں ہو
تو ہے میرا میں ہوں اے رام تیرا
لباس اس کو فسانے کا دیا ہے۔
ملے ہر ایک کو بے اندازہ لذت
خیالاتِ حقیقت سب بھرے ہیں
کہ جس سے ہو دلِ انساں منور
حقیقت سے ہووے روشن دل ہر کس
رہے موجود ہر دورِ زماں میں۔
ہر اک صاحبِ بصیر کے جی کو بھاؤ
بھرو جامِ اندامت ہر کسی کا۔

اوم

بہت مطلق ذات ہے چون و چرا
ہم جو جہاں موجود در ارض و سما
خود شدہ مطلوب خود طالب شدہ
خود شدہ معشوق خود بر خود فدا
ایک دن ارادت نے کاہل کے پاس بیٹھ کر اس قسم کی گفتگو چھیڑی۔
ارادت !

بہر کارے کہ بہت بستہ گردو
اگر خارے بود گلہ سبز گردو

دیس بارہ ادب نشدوں میں ایک کتھا دج ہے۔ کہ ایک دفعہ ٹیڑھی ٹیڑھے
کا ایک جوڑا سمندر کے کنارے پر راکرتا تھا۔ جب ٹیڑھی کے انڈے دینے کے
دن نزدیک آئے تو اُس نے اپنے نزدیک ٹیڑھے سے کہا کہ اب میں اپنا آشیانہ
اس جگہ سے اٹھا کر کسی اور جگہ لے جانا چاہئے۔ کیونکہ عنقریب میں انڈے دینے
والی ہوں۔ اور اُن کو اس زبردست سمندر کے کنارے پر دینا خطرہ سے خالی
نہ رہیگا اس واسطے مناسب ہے کہ اس خطرہ سے بچنے کے لئے ہم اپنا آشیانہ
یہاں سے باندھ لیں۔ ٹیڑھے نے کہا کہ تو نہایت بزدل عورت ہے سمندر کا کیا
مقدور کہ میرے بچوں کو نقصان پہنچا دے۔ ٹیڑھی بولی کہ یہ سمندر بڑا زبردست
اور بے کنار ہے۔ اور ہم چھوٹی سی جان رکھتے ہیں بھلا ہمارا اس سے کیا مقابلہ۔
ٹیڑھا بولا کہ سچ ہے۔ عورت کی ذات بہت ڈرپوک ہوتی ہے۔ تو میری بہت
سے بے خبر ہے اگر یہ سمندر ہمارے انڈے بھانے جائیگا تو میں قسمیہ کہتا ہوں
کہ اپنی بہت سے اسے خشک کر دوں گا۔ اور تیرے انڈے تجھ کو لادوں گا تو کسی
قسم کا خوف مت کر۔ ٹیڑھی چند سے تکرار کے بعد خاموش ہو رہی اور سمندر کے
کنارے پر انڈے دے دئے۔ انڈے وہاں چھوڑ کر وہ اپنی جگہ کے لئے

باہر گئے تو ان کی عدم موجودگی میں سمندر اُچھل کر انڈے لے گیا جب بیچاری
 ٹیڑی اپنے آشیانہ پر واپس آئی تو آشیانہ سمیت انڈوں کو نہ پا کر بڑے زور شور
 سے چلائی اتنے میں ٹیڑا بھی آ پہنچا اپنی مادہ کو سخت اضطراب میں دیکھ کر
 غضب میں آیا اور ٹیڑی کو تسلی دے کر کہنے لگا کہ خاموش ہو میں ابھی اس
 بحر بے کنار کو خشک کر کے تیرے انڈے تجھے نکال دیتا ہوں۔ ٹیڑی بولی کہ
 یہ خام خیالی ہے۔ جو کام احاطہ ارکان سے باہر ہو اُس کی تکمیل پر کوشش کرنا
 نادانی ہے۔ اور بجز تکلیف کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ٹیڑا ناراض ہو کر کہنے لگا کہ تو
 میرے کام میں دخل نہ دے جو ہو گا دیکھا جاوے گا مگر میں اسے خشک کر کے بنا چھوڑا
 یہ کہہ کر کھٹکھٹا ہوا ہمت سے دست بچھڑا سمندر سے بانی کی چونچ بھر کر زمین پر اور زمین سے مٹی
 کی چونچ بھر کر سمندر میں ڈالنے لگا جب ٹیڑی نے دیکھا کہ یہ باز نہیں آتا تب بھی اس کے ساتھ
 شامل ہوئی ٹیڑی ٹیڑے کے اس عمل کی خبر کل بیابان کے پرندوں کو ہوئی۔ سب
 مل کر ان کے پاس آئے اور سمجھانے لگے۔ مگر ٹیڑے نے ایک نہ مانی بلکہ اُن
 کو کہنے لگا کہ تم لوگ ٹکھ کے ساتھی ہو دکھ اور مصیبت کے وقت کوئی کسی کا
 ساتھ کرتا نہیں تم اپنے گھر جاؤ جو میرے سر پر آئی ہے میں خود بھگت لوں گا
 میرا تم سے کچھ تعلق نہیں ٹاں۔ ایک پر بھو میرا ہے جو میری سہایتا کرے گا۔ ان
 ناراضگی کے سخنان کو سن کر کل پرندے اُس کی امداد میں شامل ہوئے۔ اتنے میں
 ناروجی و ماں آپہنچے۔ کل پنکھیوں یعنی پرندوں کو سخت تکلیف اور مصیبت
 کی حالت میں دیکھ کر استفسار کرنے لگے۔ پرندوں نے کل حقیقت سنائی حقیقت
 سن کر ناروجی کی توجہ بھی حیرت میں آئی۔ اور ٹیڑے سے کہنے لگے کہ تو نے
 اس سخت مشکل اور ناممکن کام کا منصوبہ باندھا ہے یہ کام نہیں ہو گا بلکہ
 اس کے عوض میں تمہاری جانیں چلی جاوے گی ٹیڑے نے کہا کہ ہ
 ہرچہ آید پیش مردان نام او بھاگاں بھری
 آسمان گریخ بار دسرنہ پچھا دل
 برسر نامر دلوک خار و سوزن خنجر است
 جو ہو سو ہو میں اپنے ارادہ پر قائم ہوں۔ آپ جائے اور ہمارے کام میں بیجا

دفعہ نہ دیتے تھے۔ ناروجی نے دیکھا کہ ٹیڑا نہایت استقلال پر ہے اور اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا۔ ناروجی وہاں سے روانہ ہو کر پنکھراج یعنی گڑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری پرہیزگاریت کشت اور دکھ پارہی ہے۔ جسد جاکر ان کی سہایت کرو۔ سمندر نے ٹیڑی کے انڈے لے لئے ہیں اور کل بچھی سمندر سے ویرہاؤ اوپن کر کے اُس کے خشک کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور سخت دکھ پارہے ہیں۔ یہ سُن کر گڑ جوش میں آیا اور اپنی پرہیزگاری کی خاطر صبح پر پہنچا اور غصہ میں آ کر اس شدت سے سمندر میں پنکھ مارا کہ سمندر کانپ اٹھا اور بھنڈے انڈے باہر ڈال دئے کُل پرندے رہنی ہوئے۔ اور ٹیڑے کی ہمت کی جے جے کا رول لانے لگے۔ اس طرح راہ رو راہ حقیقت کو چاہئے۔ کہ کسی امر سے ہراساں و ترساں نہ ہووے۔ بلکہ ہمت اور ثابت قدمی سے گیان کے مارگ کو طے کرے تو ضرور منزل مقصود پر پہنچے گا۔ اور نتیجہ خاطر خواہ اٹھائے گا اور اگر راستہ ہی میں لغزش پذیر ہو گیا تو کبھی منزل کا منہ نہ دیکھے گا بلکہ ناامیدی سے ٹھوکریں کھاٹے گا۔

کابل نے ناک چڑھائی اور منہ پھیر کر کہنے لگا۔ اسی طرح کہتے بہت ہیں مگر کرنے میں سب کے سب بہت ہمت دیکھے جاتے ہیں۔ دیکھو ضائب نے کیا اچھا کہا ہے۔ فرو

تو اُن روز ضائب زار بابِ حالی

کہ ساز می تو گفتار کردار خود را

دیگر

ہر کہ دستش بر زباں سبقت کند مر و مت

درد نہ ناکس جواں مر و مت در میدان لاف

ارادت نے کابل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ سچ کہتے ہیں مگر یہ سخن کُل پر عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صاحب ہمت کو ہمت پر سوار ہوتے ہیں اور سرور ابدی پاتے ہیں۔

کابل - وہ کس طرح ؟
 ارادت - دو شہزادے سیر کرتے کرتے ایک ایسے موقع پر پہنچے جہاں ایک
 عالی شان مکان بر لب دریا واقع تھا۔ اور اُس مکان کی پیشانی پر مفصلہ ذیل تحریر
 لکھی ہوئی تھی۔ ”اگر کوئی شخص اس سنگین شیر کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر اس دریا
 کے پار ہو جاوے۔ اور پار کے کنارے پر اسے رکھ کر پہاڑ پر چڑھ جاوے
 اور راستہ کے خطرات سے کچھ خوف نہ کھاوے تو وہ شخص پہاڑ کی چوٹی پر
 پہنچ کر بے اندازہ سکھ پاوے گا۔“ اس تحریر کو دیکھ کر اُن دو شہزادوں میں سے ایک
 نے کہا کہ یہ تحریر غلط ہے۔ اور اس پر عمل ناممکن ہے کیونکہ اول تو اس پتھر کے
 شیر کا اٹھانا مشکل۔ بالعرض اس شیر کو اٹھا بھی لیا جائے تو اسے اٹھا کر
 دریا کو عبور کرنا سخت مشکل بلکہ ناممکن ہے بلکہ اس عمل سے اپنے ڈوب جانے
 کا خطرہ ہے۔ اور پھر اُس پہاڑ پر کہ جس کو کبھی نہ دیکھا اور نہ سنا ہے۔ اور
 جس پر کئی درندے اور موذی حیوانات رہتے ہیں چڑھنا محال ہے۔ اس
 قدر سختیوں اور تکلیفوں سے بچ کر جو شخص پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو اُس کو سکھ
 ملیگا۔ تھوڑے سے سکھ کی امید پر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا دانائی نہیں۔
 دوسرے شہزادے نے کہا کہ جو ہو سو ہو۔ میں اس تحریر کے عمل پر قدم رکھتا
 ہوں۔ ہمت مرداں مرد خدا۔

مشکل نیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہر اساں نہ شود
 یہ کہہ کر اُس نے مکرہمت باندھ لی۔ اور شیر کو اپنے کاندھے پر اٹھا لیا۔ ہر چہ
 بادباد ماکشتی در آب انداختیم۔ کافرہ لگام دریا میں کود پڑا۔ قدرت حق سے وہ
 پتھر کا شیر گویا اُس کے لئے کشتی ہو گیا۔

قادرا قدرت تو دارمی ہر چہ خواہی آں کنی
 مردہ راجائے تو بخشی زندہ رہے جاں کنی
 الغرض وہ شہزادہ اُس پتھر کے شیر کو لے کر پار پہنچا اور اسے دامن کوہ میں
 چھوڑ کر خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ راستہ چلتے کہیں اُسے بڑے بڑے اثر و تادرات

تھے اور کہیں شیر چیتا وغیرہ مقابلہ میں آتے تھے مگر وہ ایک اکیلا پر بھوکے
 آکر بے خوف چلا جاتا تھا۔ کل خطرات سے بچ کر آخر الامر قلعہ لچوٹی اکوہ پر
 پہنچا۔ وہاں عجب حیرت افزا دلکش و کشادہ فضا دیکھنے میں آیا۔ اُس میدان
 میں نہایت خوب صورت و حیرت انگیز باغیچہ تھا جس میں قسما قسم کے پھول
 لہرا رہے تھے۔ خوشنما سبزہ زار کی عجب خوبی تھی۔ درختوں سے قسم قسم کے
 ذائقہ دار یعنی رس و ایک اور پختہ پھل لٹک رہے تھے۔ شہزادہ اُوس
 باغیچہ کی سیر سے قدرے دل بہلا رہا تھا کہ یک لخت بابے اور شاہ دیا نے
 کی آواز اس کے کان تک پہنچی اتنے میں بڑا بھاری ہجوم بڑے کروڑوں اور
 دھوم دھام سے پہاڑ پر آنا ہوا دکھائی دیا۔ دیکھتے دیکھتے کل ہجوم کی بھڑ بھڑ
 شہزادہ کے ارد گرد ہو گئی جس میں بڑے فرشتہ سیرت اور خوب صورت ضعیف العمر
 دلون جوان موجود تھے۔ ہر ایک کی پیشانی سے دانش اور بہادری کے نشان
 معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہر قسم کا سامان حرب و ضرب و ہر قسم کی
 سواری موجود تھی۔ اتنے میں ایک ڈولا شہزادے کے آگے چند آدمیوں نے
 لا رکھا۔ اور اُس میں سے ایک خوب صورت نازنین بانگین نہایت عمدہ لباس
 و زیورات میں ملبوس برآمد ہوئی۔ اُس شہزادی نے ڈولہ سے نکلنے ہی شہزادے
 کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ شہزادے نے جب اُسے اُٹھنے کا ارشاد فرمایا
 تو شہزادی اُٹھ کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور التجا مقبولی کی۔ اُس پر کل امرا و
 وزرا نے حسب لیاقت و درجہ شرائط عبودیت بجا لائی شرف کی۔ جب کل اُپ
 بجا لائے تو تاج شاہی زیب سر کیا گیا۔ اور شہزادہ شہزادی کو منظور کر کے تخت
 طاؤسی پر جلوس فرما ہوا۔ بڑے عیش و عشرت سے دن گزرنے لگے۔ بیخوف
 و خطرہ اٹل راج کو حاصل کیا۔ کہ جہاں ہر قسم کا آرام و سکھ تھا۔
 کابل نے پوچھا بھلا اب بتلائے تو سہی کہ وہ شہزادے کوں تھے پھر سر کیا تھی شیر کیا تھا
 کس دریا کو عبور کیا اور کس پہاڑ پر چڑھا۔ وہ شہزادی اور ہجوم کیا تھا۔ اور تیرا
 کس راج کو حاصل کیا۔ اور کون سکھ ملا ؟

ارادت نے کہا ملین من اور شدھ من دوشنہر ادسے ہیں۔ وید۔ کتب وغیرہ۔
 ست شاستر وہ مکان ہے اور ست شاستروں کی ہدایات اُس مکان کی پیشانی
 کی تحریر ہے۔ دھرم روپی نگلین شیر ہے۔ سنسار زندگی کی نیا تیں ہے۔ اور
 کوہ ہمت ہے۔ اس تحریر کو دیکھ کر ملن من گھبرا کر اسنبھو یعنی ناممکن سمجھتا
 ہے۔ مگر شدھ من اُس تحریر کو برحق سمجھ کر بھشارتھ کرتا ہے۔ اور دھرم کا بیڑا
 اٹھا کر سنسار کو عبور کرنا چاہتا ہے۔ وہی دھرم ہی گویا اُس دریا کے عبور
 کرنے میں سہایک ہو جاتا ہے۔ سنسار کے پار ہو کر وہ پھر کوہ ہمت پر سوار
 ہوتا ہے۔ راستہ میں خوفناک حیوانات از قسم شرم دنیا داری غیبت جاہاں۔
 کشش اشیائے دلفریب وغیرہ وغیرہ مانع سفر ہوتے ہیں۔ مگر شدھ من سخنان
 پاک کے ذریعہ کل موانعات سے بے خوف اور خطر رہتا ہے۔ اور آخر کار
 ثابت قدمی اور استقلال کے قدم رکھتا رکھتا ہمت کی چوٹی پر پہنچتا ہے
 وہاں بڑا بھاری گیان کا میدان جس میں وگیان کا باغیچہ موجود ہے دیکھتا
 ہے۔ اُس جگہ چند کے قیام کے بعد دیوتا مانے و ویک۔ ویراگ۔ سم۔ دم۔ تکھیا
 اور امانتا۔ سنتو کہ۔ آدک کا ہجوم اُس کو آملتا ہے۔ اور شانتی شہزادی سے
 شدھ من کا نکاح ہو کر سوکھ روہی راج ملتا ہے۔
 کاہل۔ بس ملن من اچھا مانہ نہ تکلیف اٹھائی اور نہ خوشی پائی۔
 ارادت۔ نہیں۔ ملن من اگیان بن میں آوارہ ہوا۔
 کاہل۔ وہ کس طرح؟
 ارادت نے اگیان بن کا خاکا کھینچ کر پیش کیا۔

اگیان بن

ایک مسافر بیچارہ مصیبت کا مارا ایک جنگل میں آوارہ ہوا۔ ہر طرف سے
 وزندے اور موزی حیوانات کو دیکھ کر اُن سے بچنے کی خاطر کوئی امن کا مکان
 ڈھونڈھنے لگا۔ اتنے میں ایک نہایت زبردست شیر نے جو اُس جنگل کا بادشاہ

تھا۔ مسافر کلیہ بچھا لیا۔ وہ بکس مسافر شیر سے خالی ہو کر بھاگا مگر کوئی پناہ یا ان کی جابا دوست مدد کرنے والا نہ پا کر سخت لاچار ہوا۔ اور آخر کار ایک چاہ تارک کو دیکھ کر اُس میں کود پڑا۔ کو دتے ہی کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑا بھاری اثر دیا مُنہ پیار کر چاہ مذکور میں اُس مسافر کا منتظر ہے۔ دوسرے خوشخوار دشمن کو دیکھ وہ غریب الوطن گھبرا یا اور درمیان چاہ کے کنارے چاہ پر استادہ درخت کی شاخ کو پکڑ لٹکنے لگا۔ جس شاخ کے سہارے مسکین مسافر لٹک رہا تھا جب اُس شاخ کی طرف نظر غور کو لگا کر دیکھا تو معلوم کیا کہ ایک چوہا اُس شاخ کو کتر رہا ہے۔ اس نظارہ سے وہ بے چارہ سخت خطرناک حالت میں گرفتار ہوا مگر افسوس فرما وہ اپنے بچاؤ کا چارہ نہ کر سکا۔ اتنے میں شہد کی ایک بوند اُس کے مُنہ میں آپڑی۔ اُس کے رس کو پا کر اُس کا محتاج ہو گیا (ناکھی کا ایک چھتیا عین اُس شاخ کے اوپر جس سے مسافر لٹکا تھا اُس درخت سے لگا ہوا تھا) طمع و حرص کا غلام ہو کر مسافر اُس شاخ کو نہ چھوڑ سکا۔ اور جو گاہ بگاہ قطرہ شہد گرتا تھا اُس کے مزہ پر مفتون ہو کر سابقہ حالت کو فراموش کر بیٹھا یعنی شیر اثر دیا اور چوہے کا کترنا بھول گیا۔ ابھی دو چار بوندیں ہی کھائی ہوئی کہ چوہے نے شاخ کو کتر ڈالا۔ مسافر اثر دیا کے مُنہ میں آپڑا اور اثر دیا نے اپنا لقمہ بنایا۔

کاہل۔ تو پھر اس سے کیا ثابت ہوا؟

ارادت۔ وہ مسافر جیو ہے جو اگیان بن میں ادوارہ ہوا ہے۔ کرموں کے خوفناک درندے اُس کو ڈراتے ہیں۔ اور یہ اُن سے بچتا ہے۔ آخر کار پاپ شیر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ کہیں بھی امن نہ پا کر آخر الامر اس استھول سریر کے اندھے کوئے (چاہ تارک) میں گر پڑتا ہے۔ سریر دھارن کرتے ہی اُس کو موت کا اثر دیا دکھائی دیتا ہے۔ موت کے خوف سے زندگی کی ٹہنی کے سہارے درمیان میں لٹک رہا ہے جب زندگی کو دیکھتا ہے تو معلوم کرتا ہے کہ سوانہل کا چوہا زندگی کی شاخ کو کتر رہا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر کبار اوستھا میں میت

سے زیادہ خالیف ہوتا ہے مگر فوراً جوانی کے آجلانے سے جس میں فتنے ہیں
جو قطرہ نمائے شہد کی مثل ہیں ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی کبھی استری
سنگ کی بوند کبھی دہن پر اپتی کی بوند کبھی عزت و مان کی بوند وغیرہ وغیرہ
ماکھی کی بوندوں کو پا کر یہ سابقہ حالت کو بھول جاتا ہے۔ نہ شیر کا خوف اور
نہ اژدہا کی یاد اور نہ چوسے کا ڈر رہ جاتا ہے۔ اتنے میں زندگی ختم ہو جاتی
ہے۔ بیچارہ بستر موت پر سو کر گزشتہ پر ماتھے افسوس ل مل روتا ہے۔ مگر
اب کیا ہو۔ پھر دکھوں کا قافلہ اس کے مقابلہ کو تیار رہے نہ کوئی سنگ نہ ساتھی
ہے ہر طرف ناامیدی ہی ناامیدی سنا سنا کرتی ہے۔ نائے حیو توں اگیان
سے نثار ہوا اگر اگیان کو تیاگ کر دے تو مجھے اپنا پر مہتر پیرا پست ہو کر پون
شکھ دیگا۔

ارادت کی دلچسپ باتیں سن کر کابل نے لباس بدل دیا۔ ہمت کا لباس
پہن کر چراغ حقیقت کو ماتھے میں اٹھا لیا اور کوہ ہمت پر سوار ہونے کا
ارادہ کیا۔ دل ہی کابل تھا دل ہی ہوشیار ہوا۔ دل ہی غافل تھا۔
دل ہی خبردار ہوا۔ دل ہی تار تھا دل ہی منور ہوا۔ دل ہی پردہ تھا دل
ہی پردہ ور ہوا۔

واہ وا ارادت یعنی سردار جس دل میں تو اپنا مسکن بناتی ہے۔ اُس دل
کو غفلت آباد دنیا سے نکال کر عرفان کا سبز باغ دکھاتی ہے۔ گناہان صغیرہ
و کبیرہ سے نجات کا نسخہ پڑھاتی ہے۔ ست پرشوں اور ست گور کی خدمت
اور تعمیل حکم پر لگاتی ہے۔ بحین حیات ناجی کر کے وسوسہ قلبی سے
بچھوڑاتی ہے اور کل رنج و ترڈوات سے آزاد کر کے ذات و باب سے
ملائی ہے۔ پس اے سردار تیری ہمدی سے انسان کل آفات ارضی و
سموی سے خلاصی پاتا ہے۔ ورد دیوار میں ذات مالا مال صفات کا دیدار
پاکر خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔ اے ارادت تو پروردگار حقیقی کی خاص
خواص ہے۔ بجز تیری دوستی اور ہمدی کے وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی

بچہ تیرے اتحاد و ملوک کے محبت خاطر ہی اور دل کی صفائی نہیں
ہو سکتی۔ پس اسے اپنی بھلائی کے چاہنے والو۔ اور اسے انسانی وجود
کے رکھنے والا اور اسے ست و دھرم کے سیو کو سرد کا دامن کبھی نہ
چھوڑو۔

ارادت نے شکستہ رو ہو کر کہا واہ! واہ! واہ! خوب! خوب! اوتیری
صورت اُس شخص کی مانند ہے کہ جس نے دل فریب باغ میں سے باغ
کے مالک کو ڈھونڈھ کر کل باغ کی سلطنت حاصل کی۔ یہ خوبی مجھے مبارک ہو
ہمست دوست بستہ بستی ہو کر اس تفسار حال کرنے لگا۔ ارادت
نے بوجھ و لفریب باغ کی حقیقت ہویدا کر کے سنائی جس کا خلاصہ
یہ ہے کہ

دل فریب باغ

کسی ایک بادشاہ نے بڑے ذوق و شوق سے ایک باغ لگوا دیا اور
اُس کو قسما قسم کے پھلدار و رختوں سے آراستہ و پیراستہ کر کے
نہایت پسندیدہ و دل کش چیزوں سے سجایا۔ باغ میں جا بجا نایاب اور
رنگ و دیگر تماثیات کا سامان مہیا کر کے شہر میں منادی کرا دی۔ کہ
اس میری پیالاری پر جا میں نے بلخ جہان معہ کل سامان تمہاری خاطر
آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اور میں خود بھی اسی باغ میں چھپتا ہوں۔
جو مجھے اس باغ میں سے تلاش کر لگایہ بلخ اپنے کل سامان سمیت اس
کے عیش و عشرت کا موجب ہوگا۔ اس مذا فرحت افزا کو سن کر سب کے
سب کیا عورت کیا مرد کیا سرخ کیا زرد۔ کیا پیر کیا جوان کیا صحیح کیا
نا توان۔ راجہ کی تلاش کرنے کو باغ کی طرف دوڑے، مگر راجہ کا پتہ لگنا
امکان نہ تھا۔ قدم قدم پر رہزموں کا مقام تھا۔ کثیر التعداد متلاشیوں کی تو
باغ کے دروازہ پر پہنچتے ہی دروازہ کی خوبی پر ایسی مفتوں ہوتی کہ وہاں
کی ہور ہی اور اس کے قدم اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ بعض نے بلخ کی سیر اور

راجہ کی تلاش کو اُس دروازہ کی خوبی سے افضل سمجھ کر آگے قدم بڑھایا
 مگر اندر جاتے ہی فریفتہ کرنے والے پدارتھوں اور تماشاؤں نے اُنکے
 دل کو اپنی طرف کھینچ کر اپنا کر لیا۔ کوئی کسی جگہ اور کوئی کسی جگہ پکڑا
 گیا۔ غرض کہ کوئی شخص تماشابینی طوایف میں بھول ہوا۔ کوئی اکل و
 شرب میں مشغول ہوا۔ کوئی شطرنج و گنچہ وغیرہ بازی مائے میں اپنا وقت
 ضائع کرنے لگا۔ اور کوئی دل لگی و اخبار پر چون میں خیال دھرنے لگا۔
 علیٰ ہذا القیاس کل کے کل درمیان میں ہی رہے۔ اور کسی کو بادشاہ کی جستجو
 کا خیال تک نہ رہا۔ ایک صاحب ہمت یعنی دہیرج دان نے یہ سمجھ کر کہ
 پہلے ہم کو شاہنشاہ جہان کی تلاش حسب الحکم اُن کے کرنی واجب ہے
 جب اُن کی ملاقات ہوگی تو اُس وقت یہ کل باغ بہمہ سامان ہمارے
 خوشنودی و آرام کا موجب ہوگا اس خیال کو مد نظر رکھ کر اُس شخص نے
 کل اشیاء سے غم نہ پھیر لیا اور بادشاہ حقیقی کی تلاش کو فرض عظیم جان کر
 جستجو کرنے لگا۔ باغ کے کونے کونے اور زاوئے زاوئے میں بادشاہ کی تلاش
 کی مگر کہیں کھوج نہ ملا آخر کار بڑی تلاش کے بعد متلاشی نے مایوسی کا وہن
 پکڑے ہوئے ایک بٹ یعنی بوہڑ کے درخت کے نیچے چند تریپت آمتا
 مہا تماؤں کو مہاں شانتی میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کوئی اُن میں سے جب
 جاب اپنے سر وہ میں ساودمان تھا۔ کوئی مست شاستروں کے دھار
 میں مشغول تھا اور کوئی وڈیا رتھیوں کو برہم وڈیا کا اُپدیش کر رہا تھا۔ چونکہ
 اُس استہان پر شانتی اور آئندہ کا پہرہ تھا لہذا ایسے سندر استہان کو دیکھ
 کر متلاشی مہمت ہو گیا۔ اور سمجھا کہ اس جگہ سے ضرور کچھ نہ کچھ بادشاہ کلہتہ
 لگے گا۔ یہ سوچ کر اُن کی سبھا میں جا بیٹھا اور اُن کے وچن سننے لگا۔ جوں
 جوں اُن کے رس بھینے اور شوق افزا وچن سنتا جاوے تیوں تیوں اُس کو
 بادشاہ حقیقی کا کھوج ملتا جاوے۔ الغرض اُن مہا تماؤں کی صحبت کی طفیل
 سے متلاشی کو معلوم ہوا کہ بادشاہ حقیقی جبرہ دل میں مقیم ہے۔ جو شخص

براستہ گیان حجرہ مذکور میں داخل ہوتا ہے وہ شخص بادشاہ حقیقی کا مشاہدہ کر کے سرافرازی حاصل کرتا ہے۔ اس خوش خبری کو پا کر وہ شخص گیان مارگ دوارہ حجرہ دل میں داخل ہو کر حق سے وصل ہوا۔ جب شاہنشاہ دو جہان کو ملا تب گل جہان اُس کا ہو کر اُس کے آرام و آسائش کا موجب ہوا جو توں ہو وین میرا بندے

سب جگہ لائے تیرے ہندے

اے ہمت جن لوگوں کو لذت حقیقی کا ذائقہ کام جان سے آیا ہے وہ نیادی فضول و بیچ لذت پر مائل نہیں ہوتے بلکہ پورن آمیز سے تربیت یعنی سیر ہو کر اپنے آپ میں خوش رہتے ہیں۔ بجز ست سروپ پر ماتما کے بودہ یعنی معرفت کے کوئی دنیاوی شے ہماری کامناؤں کو پورن نہیں کر سکتی۔ کل پدارتھوں میں سے اعلیٰ چیز کمیتی ہے۔ اور کمیتی گیان سے حاصل ہوتی ہے۔ گیان بادشاہ ہے۔ وچار اور ویراگ اُس کے دو منتر ہی ہیں۔ ان ہر دو منتریوں کی صلاح سے بادشاہ حقیقی زندگی لاثانی اور سرور جاودانی کا انتظام کرتا ہے۔ پس اے میری پیاری ہمت ایسے مانس سریر کو پا کر کہ جس میں ہر ایک قسم کے وسائل یعنی دیکھنے سننے۔ بولنے۔ چلنے۔ سوچنے سمجھنے کے موجود ہیں۔ سنسار کی طرف سے ویراگ انگیکار کر اور پریم دیو پر ماتما کی جستجو میں قدم دھر۔ اگر ایک جگہ سے مایوسی یا نا کامی منہ دکھلاوے تو گھبرا مت بلکہ دوسری جگہ تلاش کر۔ یعنی اگر ایک سادھن سے کما حقہ مطلب براری نہ ہو تو دوسرا سادھن کما۔ کہیں کہیں سے تم کو ہمارا راج اور ہراج کا مشاہدہ اور درشن ہوگا اور تمہاری دلی مراد برآویگی۔ ادم شانتی۔ شاننتی۔ ہمت۔ سچی بادشاہت ہی قدرے تعریف فرما دیجئے۔

ارادہ۔ بڑی خوشی سے میں آپ کے سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں گوش ہوش سے غور فرمائے اور حظ اٹھائے۔

دولت کی قیادت میں غنیمت پر ہر راج میں آزادی و فراغت ہے۔ ہر بھوکے راج میں جمعیت خاطر
 و طمانیت ہے۔ ہر بھوکے راج میں سکھ اور شانتی ہے۔ ہر بھوکے راج میں ہر طرح سے بھکاری
 ہے۔ ہر بھوکے راج میں اخلاق حسنة کی گلزار ہر طرف بہاؤ دکھائی دے۔ ہر بھوکے راج
 میں ہر جانب پیاروں اور ستروں کی موہنی صورت، جی کو بھاتی ہے۔ ہر بھو
 کے راج میں دھرم کا بادل ہر آن انہرے دانت کی برکھا کرتا ہے۔ ہر ایک
 کے دامن ارادت کو اپنی شفقت اور رحمت سے بھرتا ہے۔ ہر بھوکے راج
 میں جانداران کے گرد وہ مل جل بڑے آئندہ اور پریم سے ہری بیش اور ہونکلی
 گائے ہیں۔ ہر بھوکے راج میں ہر کس گیان اور دھیان کے مہاں برس سے
 تربیتی پاتے ہیں۔ ہر بھوکے راج میں نہ شاہی نہ گدا کی نہ بندگی نہ خدائی
 سب کو ایک جیسی بادشاہی ہر جگہ یکنائی نہ شر نہ دو تالی نہ غرضیکہ ہر بھو
 کے راج میں ہر قسم کی بے بہا نعمتیں اور ابدی آرام موجود ہیں۔ وہاں حسد
 نہیں۔ وہاں بغض نہیں۔ وہاں کینہ نہیں۔ وہاں فریب نہیں۔ وہاں تعصب
 نہیں۔ وہاں شرک نہیں۔ وہاں طلب پرستی یا خود غرضی نہیں۔ وہاں جھگڑا
 یا فساد نہیں۔ یہ گل خرابیاں وہاں شیطان کے راج میں ہیں۔ شیطان
 کے راج میں ہر طرف دکھ اور فکر کا منہ نظر آتا ہے۔ شیطان کے راج میں
 ہر طرف تعصب و شرک دکھائی دیتا ہے۔ کسی کو حسین نہیں کسی کو آرام نہیں
 کل بیقراری دے آرامی کے بہترے ہو پڑے پڑے کر دھڑ لے رہے ہیں
 مگر افسوس پر ہر بھوکے راج میں نہیں آئے۔ من مانے سکھ نہیں پاتے۔
 شیطان راج ہر چار اطراف میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا گل روئے زمین
 کو شیطان نے اپنے نیچے دبا لیا ہے۔ جب تک ہم ہر بھوکے راج کے
 خواہشمند اپنی اپنی قربانیاں نہ کریں اور دل اور جان سے ہر بھوکو نہ چاہیں
 تب تک یہاں ہر بھوکا راج آنا اور ہمارا اس میں داخل ہونا مشکل ہے۔
 پس ہمیں ہر بھوکے راج کی خاطر ہمت باندھنی چاہئے۔ اور جھوٹے اور دنیاوی

دھوکے میں آکر سبھا فائدہ اور پوران آئند کو نہ بھلانا چاہئے۔ جب ہم لوگ
پر بھوک کی سرن جاوینگے تو وہ اپنی کرباہ ششٹی سے ہماری مدد فرماوینگے
کہ جس سے ہم لوگ اپنے اپنے گھر مقصود کو ماتھ میں لاوینگے۔ ہے پر بھو
ہے پر ماتھا۔ ہے دیو۔ ہے سرکشیتوں کے سوامی اور ہے جگدیشور اپنی کربا
بھری مہاشکتی کو پرگٹ کر کے ہم لوگوں کے دلوں میں سچی ہمت۔ اور
محبت پیدا کر د جس سے ہم آپ کے مکمل اوریش پہلانیسکے قابل ہوں۔

ایسا ہو ایسا ہو

ہمت۔ چونکہ من لذات نفسانی و خواہشات شیطانی و جذبات حیوانی سے
از حد الفت رکھتا ہے۔ لہذا اس کا راہ حق پر گام زن ہونا نہایت مشکل بلکہ
ناممکن نظر آتا ہے۔ پس میں دریافت کرتا ہوں کہ کس صورت سے اس کی
صفائی ہو سکتی ہے۔

ار اوت۔ جب تک بند ریچہ دھرم مدھ یعنی جنات حقیقی اور صاف ذمیرہ کو نہایت
وفا بد نہ کیا جاوے۔ اور بوسیلہ دانش حقیقی پر بودہ چن کر کو پیدا نہ کیا جائے
تک تک من مجرہ دی کو پھوڑ کر راہ راست پر نہیں چلیگا۔

اس کیفیت کو پر بودہ چند راو دے ناٹک جو ایک ناول کی طرز پر ہے اور جس کا خلا
تم کو سنایا جاتا ہے۔ بخوبی روشن کر کے۔ اسے ہمت تجھ میں دو بالا ہمت پیدا
کر چکا۔

خلاصہ پر بودہ چند راو دے ناٹک

ایک دن راجہ کیرت برہم کے دربار میں ایک نٹ نے حاضر ہو کر راجہ کے
رو پر و اپنی استری سے یوں کہا:۔ اے پیاری آج مجھے عالم غیب سے الہام
یعنی آکاس بانی ہوئی ہے کہ میں جا کر کیرت برہم کی گرہ خودی کاٹ دوں
اور اس کے ہر دی آکاش میں برہم پر کاش کروں۔ ششٹی نے کہا ہے سوامی
راجہ کیرت برہم کو کہ جس نے راجہ ابا کہا میں راجہ کرن سین کو مار کر تباہ کر دیا
اور اس کا گل ٹال و ستار اپنے قبضہ میں لیا۔ کس طرح گیان ہو سکتا ہے کیونکہ

جو لوگ لذت نفسانی میں گرفتار ہیں اور جن کو ہمیشہ لینے اور رکھنے اور مانے اور گرانے اور باندھنے اور توڑنے سے کام ہے۔ ان کے دلوں میں ایسا شہد اور مہاں پو تر پدا رتھ نہیں رہ سکتا۔ نٹ نے کہا یہ مقام تعجب کا نہیں جن کا دل خواہشات نفسانی سے پاک اور لذات جسمانی سے سیر ہو۔ اور ہمیشہ برہم گیان میں سہوار رکھے۔ وہ اگر درمیان میں کسی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے دنیا میں بائل ہو گیا ہو تو اُس کی نجات یہ سہولیت ہو سکتی ہے۔ راجہ گرت برہم کا راجہ کرن سین پر فتیاب ہونا ایسے تھا جیسے راجہ بیات نے راجہ موہ کو جیتا۔

ارادت۔ جب یہاں تک نٹ نے کہا تو یکایک کنسی غیر جنس یعنی وجاتی پرنس نے بڑی ادبھی آواز سے للکار کر کہا کہ ارے نٹ نالالاق یہ کیا بکتا ہے برب تک میرے جیسے راجہ موہ کے غلام جان نثار موجود ہیں۔ تب تک راجہ موہ پر کون فتح حاصل کر سکتا ہے۔ اس آواز کو سن کر نٹ ڈر اور اپنی استری کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا تو جانتی ہے یہ کون ہے۔ یہ بڑا بلوان اور نر دیا پرنس ہے۔ کہ اپنی شگفتی سے بڑے بڑے تہو الوں کو اپنے پنجہ میں دبا لیتا ہے۔ اس کا نام کام ہے اور راجہ موہ کے بڑے بڑے امیروں و ذیروں میں سے ہے۔ اسکی عورت کا نام رت ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔ راجہ بیگ کی وجہ کو سن کر ناراض ہوا ہے۔ چلو اب ہمارا اس جگہ ٹھیرنا بہتر نہیں۔ نٹ اپنی نٹنی کا ہاتھ پکڑ کر چلا گیا اور کام نے اپنی بی بی سے گفتگو شروع کی۔ کام نے کہا۔ دیکھو بیواری وہ نٹ بد بخت جو جھی جو جھی ہاتھیں کہہ کر کس طرح اسب جوہر کی طرح بھاگ گیا ہے۔ تو نہیں جانتی کہ میرا حکم کل ذمی حیات یعنی پران دھاریوں پر جاری ہے۔ جہاں میری پر سنتا کے سامان موجود ہوں وہاں دو یک کا کیا مقدور کہ جگہ پاسکے۔

رت نے کہا۔ راجہ موہ نہایت نرم دل ہے اور راجہ بیگ کے وزیر بڑے زبردست ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کام میں دشواری نہ ہو۔

کام نے کہا۔ تو عورت بزدل۔ کم ہمت اور بے وقوف ہے۔ ورنہ تمام مخلوق میں کون ہے جس نے میرے تیر کا زخم نہیں کھایا اور میری تلوار خوشخوار سے ہلاک نہیں ہوا۔ اس کا اول گواہ اندر ہے۔ جس نے میرے وش ہو کر گوتم رکھی کی استری اہلیہ سے زنا کیا۔ دوم برہما جو غایت مستی سے متواریا ہوا اور دیوار کو استغفار دے اپنی لڑکی کے پیچھے دوڑا۔

رت نے کہا۔ سچ ہے کہ کل جہان پر آپ کا حکم چلتا ہے مگر میں نے سنا ہے کہ راجہ ویک کے پاس آٹھ وزیر نہایت زبردست اور دانا ہیں۔ انکو جیم۔ تم۔ آسن۔ پرانا نام۔ برتیا ہار۔ دھارنا۔ دھیان اور سادھی کہتے ہیں۔ کام نے جوش میں آکر جواب دیا کہ تو نے شاید فقط راجہ بییک کے وزیروں کی حقیقت سنی ہے۔ میرے راجہ مہوہ کے وزیروں کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ سن تجھے بتاتا ہوں۔

اول طائفہ عورت کہ جس کے شوق میں کل دنیا مر رہی ہے۔ یہ طائفہ ایسا زبردست ہے کہ سانپ کی زبکٹنے سے چڑھتی ہے مگر اسکی زہم خیال کرتے ہی اثر کرتی ہے دوہڑا۔ اہ وہ کہ تو کٹے پڑھے یہ چیتوت چڑھ جائے

گیان دھیان اردھم کو جڑامول سے کھائے دوم ہنسایوم کردوہ چہارم لوہہ پنجم بدیششم تسمہ ہفتم ونہہ ہشتم متیاوچن۔ اگر ہمارے وزیر مل کر راجہ بییک کے وزیروں کو ہاش کرنا چاہیں تو انکو انکے مقابل میں کھڑا ہو سکی طاقت نہیں رت نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ راجہ مہوہ اور راجہ بییک ایک کھرانے سے بیدار ہوئے ہیں۔

کام نے جواب میں گنہا جو تو نے سنا ہے سچ ہے۔ اول پُرکھ اور مایا کے ملنے سے من پیدا ہوا اور من کی دو استریاں ہیں۔ ایک پروردنی اور دوسری پروردنی۔ پروردنی سے راجہ مہوہ اور ہم تم وغیرہ پیدا ہوئے۔ اور پروردنی سے راجہ بییک اور ہم تم وغیرہ

رت نے پوچھا کہ انکے دنا دل بھائیوں میں فساد کیوں ہے۔ کام نے کہا

قدیم سے بھائیوں میں تقسیم ملکیت و جائیداد کے لئے جھگڑے ہونے لگے تھے۔
 مہاراجہ من نے کہ جس کا حکم کل جہان پر چلتا ہے ہمارے راجہ توہ کو بہت
 ملک دیا ہے۔ اور بیگ کو چھوڑا اس وجہ سے طرف ثانی کو حسد ہوا ہے۔

ارادت۔ جب یہاں تک کام تقریر کر چکا۔ تب ایک دوسرے غیر جنس نے
 باد از بلند پکارا کہ اے فضول گونا ہموار بد سرشت کج رفتار تو مجھ کو کس طرح
 بد کہتا ہے۔ اگر تو یہ کہے کہ میں نے اپنے باپ کو چھوڑ دیا ہے تو میں نے
 ست پریشوں کی اگیل کے انوار ست کی طرف قدم رکھا ہے۔ کیونکہ جو باپ
 یا گورادھرم کی طرف چلے اور ست است کا وچار نہ کرے۔ دنیا میں پس کر
 ست سروپ پر پاتا سے منہ موڑ لے اس کو چھوڑ دینا بھی اگر چیت ہے۔ اور
 اس کی سنگت سے پرہیز واجب ہے۔ میرا باپ مہاراجہ من دتے بھوگ اور
 اور دمیہ سنگت میں جو پہلے پہل رسد ایک معلوم ہوتے ہیں۔
 اور پھر پر نام پا کر دکھ دیتے ہیں۔ اس سنگت ہو گیا ہے۔ اور اس کا دشت جنون
 سے پیارا اور ست پریشوں سے دیر ہے۔

کام نے رت سے کہا سنا یہ راجہ بیگ کی آواز ہے۔ وراثت کی محنت یعنی
 تپ اور وچار وغیرہ سے دہلا پتلا نظر آتا ہے۔ اور سمت نام اس کی بتی اس کے
 ہمراہ ہے۔ میرے سخنان کو سن کر رنجیدہ ہوا ہے۔
 راجہ بیگ کے ظاہر ہوتے ہی کام اپنی بی بی کا ماتھ کڑکے بھاگ گیا اور
 راجہ بیگ اپنی بتی کے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگا۔

بیگ۔ اری پیاری سمت دیکھا یہ کام نا کام کیا نا معقول بک کر چلا گیا ہے
 ہم کو بد کردار اور کج رفتار جانتا ہے۔ اور اپنی ذات کو نیکان اور پاکان
 روزگار سے شمار کرتا ہے۔ سمت نے کہا آپ وانا دور اندیش ہیں۔ اور دنیا
 کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں۔ کو تہ اندیش دوسروں کی عیب جوئی کرتے
 ہیں اور اپنے عیبوں کی طرف نہیں دیکھتے۔ حالانکہ ان کے اپنے عیبوں
 کے مقابلہ میں دوسرے عیب ایک نظر سے بھی نہیں

گنتا ہے عیب لوگوں کے دن رات بیٹھ تو
الٹا تیرا حساب ہے اس پر نہ پھولنا

راجہ بیگ - اے پیاری جان - میرا باپ یعنی من اُس پُرکھ کے نور کا سنا ہے کہ جو اننت یعنی بیحد انا یعنی بے ابتدا پوران یعنی قدیم نت یعنی ہمیشہ ہے عقل جسکے سمجھنے میں عاجز ہے۔ آلائش تعلقات سے پاک سنگ اور نرو کار ہے۔ بخار نیستی اُسکے دامن تک نہیں پہنچتا۔ مگر وہ موہ کی سنگت سے ایسا اگیان یعنی مورکھتا کے بندھن گرہ میں گرفتار ہو گیا ہے کہ اپنے اصل سروپ کو بھول کر سنیاتی اور خوار سی سے دن بھاتا ہے۔ موہ نے اُسے ست وھرم سے ست مارگ پر چلایا ہے اور نیز و دوانی و دوہینی و دورنگی کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ لوگ ہمیں جو اپنے باپ کی خلاصی میں کوشش کرے والے ہیں بد قرار دیتے ہیں۔

سمت نے کہا - اے بادشاہ عالم پناہ و راہ نمائندہ ہر گمراہ تمہارا باپ اصل اُس ذات پاک کا مرتو ہے کہ جس کے نور سے عالم صورت میں تمام موجودات و مخلوقات ظاہر ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ موہ نے اُس کو کس طرح خراب کیا۔ اور پُرکھ وہ ذات پاک ہے جو زینت و زیبائی بخش عالم آب و خاک سے۔ میں نے سنا ہے کہ اُس کو مایا نے اپنی حالت سے پریشان کر کے جہالت کی کہالی میں گرایا ہے۔ جس سبب سے اُس کا نام جیو قرار پایا ہے مگر میں اس بات کو بخوبی سمجھ سکتی ہوں۔

راجہ بیگ - اگر تو نہیں جانتی مردوں کو جو بلا پیش آتی ہے وہ ناقص العقل عورتوں کی صحبت و محبت کی تاثیر ہے۔ اُسی طرح ادویت ترگن پورن پُرکھ بھی ترے گن آتک مایا کی صحبت سے عالم کیتائی اور لطافت سے نخل خارزار موزائی و کثافت میں گمراہ ہوا۔ سمت نے پوچھا یہ سخت حیرت کا مقام ہے کہ مایا نے کس طرح فریب دیکے دانش مند کو لباس بے دانشی پہنا دیا اور عالم آناری و شاوی سے نکال کر میا باں و مرد و اندوہ

میں آوارہ کیا۔ نجات ان کے لیے۔
 راجہ بیباک نے کہا کہ جب مایا نے دیکھا کہ پُرکھ جمیع اوصاف سے موصوف
 ہے اگر اس کی صحبت سے ایک فرزند ارجمند پیدا کروں تو کل جہان کی
 پادشاہت اُس کے سپرد کروں۔ اس خیال سے مایا نے کہ بیخ درخت
 جہان سے خواہش کی نظر سے پُرکھ کو دیکھا تو پُرکھ اُس پر فریفتہ ہو گیا اور
 باہمی صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بیخ ہے۔ مایا کو جو ہنریا دیکھے
 وہ سب تن کو سکھلا دئے۔
 سُمیت۔ بیخ ہے کہ لڑکے پرانا کے گُنوں اور خاصیتوں کا اثر بہت جلد ہوتا ہے کیونکہ لڑکا
 کے پیٹ میں پرورش پاتا اور اُسی کی گود میں کھیلتا ہے
 راجہ بیباک نے کہا۔ تن کی پرورتنی سے بہت بخت ہے۔ اور اُس سے
 اولاد بھی بہت ہوتی ہے جنہیں سے ایک لڑکے کا نام اہنکار ہے اور ایک لڑکی
 کا نام آوڈیا ہے۔ ان دونوں سے تن کی بہت الفت ہے اور ان کی مرضی موافق
 کام کرتا ہے۔ جس وجہ سے تن کو اگیان نے زنتہ رفتہ ایسا دبا یا کہ اپنے مشہد
 سر و پ کو بالکل بھول کر جیسے کوئی خواب میں کہتا ہے۔ کہنے لگا کہ یہ میرا باپ
 ہے۔ یہ میری مائی ہے یہ میری بہن ہے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ یہ میرا دوست ہے
 یہ میرا مخنوار ہے۔ یہ میرا دشمن ہے یہ میرا خونخوار ہے۔ یہ میری بورت ہے میرے
 اطفال ہیں۔ یہ میری دولت ہے اور یہ میرا مال ہے وغیرہ وغیرہ جھوٹی اشیاء سے
 اپنا تعلق باندھ کر آپ کو دشمن اور بے نظیر و دوستاہ عالم سمجھنے لگا۔ الغرض
 اس صورت سے اپنی اصلیت کو بالکل بھول گیا۔
 سُمیت نے کہا کہ ہے سوامی تن کو اس خواب خودی اور دینی سے بیدار کرنے
 کی کوئی تدبیر ہے جو وہ کرنی واجب ہے۔
 ارادت۔ اس پر راجہ بیباک سرنگوں ہو کر چپ کر رہا۔ سُمیت نے شرم سے
 گریبانِ تفکر میں سر جھکائے کی وجہ پوچھی۔ راجہ نے کہا عورتوں کو غیرت بہت
 ہوتی ہے کہ وہ اپنے سوا کسی دوسری عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں راہ نہیں

دیتیں۔ اس سبب سے یہ کام ہونا سخت دشوار ہے۔
 قسمت نے کہا کہ یہ ان عورتوں کی عادت ہوتی ہے جو اپنے بچے کی ایک اور
 خوشنودی کو مد نظر نہیں رکھتیں مگر میں ایسی نہیں ہوں۔

تب راجہ دو بیگ نے کہا کہ برہمہ دویا نام ایک اور میری استری ہے اور
 عورت کی مجھ سے محبت ہے اگر وہ میرے پاس آ جاوے اور تو صحبت باہمی میں
 محفل نہ ہووے تو اس میں سے ایک لڑکا سہی پر پودہ چند پیدا ہو گا جو من
 کو خواب غفلت سے جگا یگا۔

قسمت نے کہا مجھے منظور ہے۔ تب راجہ بیگ نے جم نیم وغیرہ اپنے وزیروں کو
 بلا کر حکم دیا کہ تیرھوں اور بلک استھالاں پر جا کر اپنا اپنا کام شروع کر دو اور
 سر دیا اور شانتی سے کہا کہ تم برہمہ دے گئے کہ کو جاؤ۔ ادھر راجہ پوتہ نے
 یہ اطلاع پا کر ایسے ہی انخاص وزیر سہی و تہہ کو راجہ بیگ کے وزیروں کے
 مقابلہ میں کام کرنے کا حکم دیا۔ دینہ نے متبرک مقامات پر جا کر اپنے کاردار
 مقرر کئے۔ یہ لوگ بڑی بڑی راہا تھ میں لے کر جا بجا بیٹھ گئے۔
 از باب۔ دل صد و خان

ماندروں سے پیدا از مدعا
 ہر شخص کوڑوں کے بھوپ
 سالان سن سے
 مجھ بھیرن سے ہوت کیا جوڑوں نہ لکھے پنج روپ

توں نہ لکھے ج روپ دیت
 تیرا ہے جنم اصل توں نمک حرامی
 ہری کشن ج کوٹ کمال ہرے کا تالا

سن بوڑوں کے بھوپ کہت ہے من کو مالا
 ایک گروہ نے ولی۔ ویشو نہیں کسا۔ کلار مہر سر پر رکھ کے آپ کو مڑناضوں
 میں قرار دیا۔ غمرو

در بطون چون جاہل عالمیوں از بڑوں پس پاک دانا پاک اندوں

اور ایک طائفہ نے کتب حقیقت نامہ یعنی ست شاستروں کو آگے رکھ کے مثل
 ہشت بیاس وغیرہ اپنی دانائی اور ہر دیکھا کو مشہور کیا۔
 زاہد چہ شد از زہد روانجے داری از حرص ہو الفرق تاجے داری
 در خلوت فقر نیست گنجایش تو بر خیز بخلق احتیاجے داری
 علیٰ ہذا القیاس طرح طرح کی دہندہ لیا شروع ہوئی ایک دن دہندہ اپنی کرسی پر
 دریائے گنگ کی طرف منہ کر کے بیٹھا تھا کہ یکھتا ہے کہ ایک شخص کشتی
 کے کنارے لگنے سے پیشتر بڑی تیزی اور جلدی سے کہ اُس کی صفت
 ذاتی تھی دریا میں گر کر غرق کرنے لگا۔ دہندہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے جہل ہے
 کہ خود بخود آتش غضب سے جلا جاتا ہے۔ شامہ سنگار داری سے آیا ہوگا۔
 خیر اچھا اس سے کبھی اپنے اندر کی سلامتی اور سحرل جاوگی جب
 اہنکار دریا سے نکل کر شہر میں داخل ہوا تو سہوار ہوا اور دست پرشوں
 کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر طعنہ زنی کرنے لگا۔ کہ اے رقیبت ہیں۔ کہ
 لذت نفسانی اور حظوظ جسمانی ترک کر کے فاقہ کشی و تنس کشی سے ہنگامی
 کے خواہشمند ہیں۔ اسی طرح ہر کمالہ ریاضت کیش کو حقارت
 کی نظر سے دیکھ کے مذمت کرتا ہوا چلا جا۔ کہ دہندہ جو جگہ کا لازمہ
 آگے رکھے مالا ماتھ میں لئے جو گیوں اور اہل شہر
 بیٹھے تھے دیکھ کر نہایت خفا ہوا اور ان سے آگے کے دہندہ کے روکا
 پر پہنچا۔ جہاں جگہ کا باہر اور ان کو روکا دھواں جایا
 اٹھ رہا تھا۔ دیکھ کر کہا کہ یہ عقل مند ہے۔ کہ ہر روز اس جگہ
 آرام کرنا چاہئے۔ اہنکار زہد داری کی صورت سے ماننے گیا۔ اُس کے
 مریدوں نے نزدیک آنے سے روکا۔ اہنکار اُسے بدسلوکیوں کے
 ملک میں آنا ہوا۔ جہاں مہاراجہ کے غم میں ہندوستان نے اشارے
 سے حکم دیا کہ دریا سے پانی لے کر رکھو۔ کہ پھونے پر
 بیٹھے۔ اہنکار نے کہا کہ ملک گر میں رہا ہوں۔ نام ایک شہر آباد ہے۔

وہاں سے آتا ہوں اور میری اصل سب آدمیوں کی اصل سے برتر ہے۔ یہ کہنے
اُسی طرح دست دیا آلودہ دنبہ کے نزدیک چلا گیا۔

دنبہ۔ اے بے عقل بے ماتھ پاؤں دھوئے میرے پاس چلا آیا۔ اگر تیرے
ناپاک پسینے کے قطرے مجھ پر گریں گے تو مجھے نہانا پڑیگا۔ اہنکار جواب میں
کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دنبہ کا ایک ٹھیرا بولا۔ یہاں راجے مہاراجے پشت پا
منہ صاحب کو نہیں چھو سکتے اور کسی کی کیا حقیقت ہے۔

اہنکار نے دل میں کہا کہ اس ملک کو دنبہ نے خوب زیر و زبر کیا ہوا ہے۔
اور چاہا کہ مسند پر بیٹھ جاوے کہ دنبہ کے ایک مرید نے کہا یہ منہ صاحب
کی پوجا کا آسن ہے اس پر بیٹھنا مناسب نہیں۔

اہنکار۔ اے نادان مجھ سے تیرا منہ ذی مستیہ نہیں ہے۔ تو میری حقیقت
سے ناواقف ہے میری ماں شرمندہ صاحب فضیلت تھی مگر جس خاندان
میں وہ پیدا ہوئی وہ قابل نہ تھا۔ اور میں نے اپنی شادی اعلیٰ خاندان
میں کی اس واسطے میرا رتبہ میرے باپ کے رتبہ سے زیادہ ہوا۔ مگر ایک امر
کی مجھے شرمندگی ہے وہ یہ ہے کہ ہنزلف کا ایک دوست تھا۔
اُس کا ایک اور بیٹا تھا اس نے ماموں کی ایک لڑکی تھی۔ اُس کو ایک
شخص دروغ گو ہندو ہمارے ہی کی شہمت لگائی جب میں نے سنا۔ شرم سے
عیال اطفال و راج سہارج کو چھوڑ کر چلا آیا۔

دنبہ۔ اے زنا روا رتین عالم میں میرے برابر میری نہیں۔ ایک دن میں
برہما جی کی مجلس میں گیا۔ برہما جی نے موعاپنے گل دیوتان کے اٹھ کر
میری تعظیم کی اور ایک سٹنری کرسی میرے بیٹھنے کے لئے لائے مگر میں نے
ناپاک تصور کر کے منظور نہ کی۔ آخر برہما نے اپنی ران آب گنگ سے
دھو کر بتوا جنع تمام عرض کی کہ یہاں بیٹھے ایک لحظہ اُس پر بیٹھا۔
تمام رکھیشہ و عشرہ جو وہیں موجود تھے دیکھ کر حیران ہوئے۔

اہنکار نے دل میں کہا کہ دنبہ بڑا چھوٹا ہے۔ کہاں یہ اور کہاں خانہ برہما

یہ سوچ کر خواب دیا کہ تم ایک برہما کی تعظیم پر بزرگ بن بیٹھے۔ ایسے
 کروڑوں برہما میرے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ اور میں
 کبھی توجہ بھی نہیں کرتا۔ دنبہ نے یہ سن کر جانا کہ یہ مروکمال شانِ شکر
 رکھتا ہے۔ اور میرا دوا ہے۔ اس خیال سے آہنکار کے چروڑوں پر گر پڑا
 آہنکار نے اُس کو بغل میں لیا اور کہا اے فرزند تم کو دوا پر جنگ میں لکھا
 تھا۔ اُس وقت توں بچہ تھا اب توں نوجوان ہوا ہے اور میں پیر ہوا ہوں
 آہنکار۔ کیوں دنبہ تیرا لڑکا اترتہہ اچھا ہے۔

دنبہ۔ ماں آپ کا غلام اچھا ہے۔
 آہنکار۔ تیرے والدین کو بھوتہرنا رہی ہیں۔
 دنبہ۔ اُسی طرح آپ کی فرمانداری کا دم بھرتے ہیں۔
 آہنکار۔ راجہ تموہ اور راجہ بیلیک کے درمیان جو فساد برپا ہوا ہے۔ امید
 ہے کہ اب ضرور جنگ کی نوبت پونجیگی۔ یہ سن کر میں یہاں آیا ہوں۔
 دنبہ۔ یہ آپ نے خوب ٹھانی کہ ایسے وقت میں اپنے بادشاہ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے ہیں۔ راجہ تموہ ۵۰۰۰۰ یہاں آئے والا ہے۔ اور اسی
 شہر کو دارالحکومت قرار دیا ہے۔

آہنکار۔ اے پسر بعض لوگ اس جگہ میں نے اپنے مذہب کے برخلاف
 دیکھے ہیں۔

دنبہ۔ وہ سب راجہ بیلیک سے مراد ہیں۔
 راجہ بیلیک نہایت زور آور ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہمارے خاندان کو
 نیست و نابود کر دے سنا جاتا ہے کہ پر تو چند رسی بناں یعنی نش سریر میں پیدا ہوگا
 اور میں اسی کوشش میں ہوں کہ وہ ہمیشہ عدم میں رہے۔ کیونکہ پر تو چند
 اور بدیا کا ظہور ہمارے ناش کا سبب ہے۔ اتنے میں تموہ کی سواری و ماں
 آپہنچی۔ دنبہ اور آہنکار درست لہذا فرم ہو۔ راجہ تموہ نے دریافت کیا
 کہ اس شہر کا کیا حال ہے۔

ورتہ نے ماتھ باندھ کر کہا کہ جب سے غلام اس جگہ مقرر ہوا ہے۔ تب سے
 حضور کا ہی حکم سبجا جاری ہے۔ بعض بد باطن گوبے قدر ہو گئے ہیں مگر
 اپنی حرکات سے باز نہیں آتے۔ یہ سُن کے راجہ مٹوہ قدرے خوش اور قدر
 نگین ہوا۔ اور جواب میں کہا کہ کسی طرح سے دشمنوں کے سہا تک یہاں
 سے نکال دئے جاویں۔ یا اپنے ساتھ بلائے جاویں۔ جو لوگ نادان اور بگراہ
 ہیں وہ اپنے وجود کو آتما نہیں کہتے۔ بلکہ آتما وجود سے بلیحدہ سمجھتے ہیں جو
 چیز نیست مطلق ہے۔ اُس کو بہت محض جانتے ہیں اور بہت مطلق کو نیست
 محض تصور کرتے ہیں۔ میرے اعتقاد کے بموجب دنیاوی عیش و عشرت
 میں اپنی زندگی بسر کرنا پر ملاحہ اور پر مکتی ہے۔ اسپر چارباک یعنی منکر کی
 آواز سُن کر جو اپنے شاگردوں کو راجہ مٹوہ کے اعتقاد کے موافق ہدایت کر
 رہا تھا بلا کر اپنے ساتھ شامل کیا۔ چارباک نے بہت کچھ سنا کر راجہ مٹوہ
 کی تسلی کی اور کہا آجکل آپ کی اور کلنگ کی مہربانی سے جا بجا جھوٹ۔
 فریب۔ زنا وغیرہ وغیرہ پھیلے ہوئے ہیں مگر جس خاندان میں ایشور بھگت
 اور ست گور سیدو اجا پنچیس ہیں۔ اس نذآپ کا زور چلنا ہے اور نہ ہمارا۔
 راجہ مٹوہ نے جوش میں آکر کہا کہ یہ قدیم سے ہمارے دشمن چلے آتے ہیں
 مگر کچھ مقام فکر نہیں۔ راجہ مٹوہ نے استسنگ اپنے خدمتگار کو بلا کر کہا
 کہ کام کر دو وغیرہ سے کہو کہ بھگتی کو نیست و نابود کر دیں اتنے میں مدد
 مان کے آجان نامی قاصد نے بارگاہ میں حاضر ہو کر ایک عرضداشت پیش
 کی۔ اسکا رنے پڑھ کر سنائی لکھا تھا کہ سردار اور تانت دونوں بیٹی یہاں
 سے چلی گئی ہیں اور سنا گیا ہے کہ سردار اوپ نشد یعنی برہمہ دویا کے پاس
 گئی ہے کہ اُس کو شب و روز نصیحت کر کے بیپک کے پاس لے جاوے۔
 اور دھرم بھی اُس کی مدد کو آیا ہے۔ راجہ مٹوہ اس حقیقت کو سُن کر بہت
 متفکر ہوا۔ اور قاصد سے کہا چونکہ دھرم نے اس طرف سے مطلقاً روگردانی
 اختیار کی ہے لہذا اُس کو اس طرح فی اور فریب سے قید کر دے کہ کس نہ

جاسکے۔ اور سردہا کی گرفتاری کے واسطے ابھی کوئی مقرر کیا جاتا ہے۔ راجہ
 مودہ نے حاضرین کو باؤز بلند، لولایا تو است سنگ۔ کروڑہ ولوبھ وغیرہ
 حاضر ہو کر آداب، بجالائے۔ کروڑہ نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ سردہا
 اور شانت بندگان درگاہ عالم پناہ سے خصوصیت پیدا کر کے ایشور بھکتی
 یعنی پربھو سیو اسے جالی ہیں۔ حضور کو اس کا بہت فکر ہے مگر جہاں مجھ سا
 آپ کا غلام موجود ہو۔ وہاں سردہا اور شانت کی کیا حقیقت ہے۔ اگر کسی
 دانا دور اندیش تک بھی میرا گذر ہو جاتا ہے تو اس کو اندھا۔ گونگا اور بہرا
 بنائے اس کی دانائی اور فہمیدگی خاک میں ملا دیتا ہوں۔ احمقوں اور نادانوں
 کا کیا ذکر ہے۔

لو بہہ کہنے لگا۔ کہ جگہ ذی حیات پر میرا حکم جاری ہے۔ میرے سبب کلمہ جا بجا
 سرگردان ہیں۔ کسی کو صبر و قناعت نہیں ہر ایک دنرات اسی فکر میں ہے
 کہ اس قدر زرخیز میں نے جمع کیا ہے اور اس قدر سال آئندہ تک جمع ہو
 جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ فاسد خیالات جس شخص کے دل میں ہوں بھلا اس
 کو بتیک سردہا اور شانت سے کیا غرض ہے۔ لو بہہ نے اپنی بی بی ترشنا
 سے کہا کہ اگر میں گل برہما نڈ کو کہا جاؤں تو میرا پیٹ نہ بھرے۔ جہاں
 میں مثل آفتاب عالم پر سایہ افکن ہوں۔ وہاں حجم و نیم و سردہا و شانت
 وغیرہ کس طرح راہ پاسکیں۔ ترشنا نے کہا۔ آپ کی عظمت و بزرگی تو عالم گیر
 ہے۔ میں آپ کی لونڈی ایسی ہوں کہ اگر اس طرح کے کروڑہا عالم میرے
 شکم آرزو میں چلے آئیں تو ان کا نشان تک معلوم نہ ہو کہ کیا ہوئے۔
 حرص چوں آئیں برافروزو نشود سیرگر جہاں سوزو

کروڑہ نے اپنی عورت ہنسائے کہا کہ اگر تو میری مدد کرے تو ماں باپ اور
 بھائی کے قتل میں ہی کچھ شک راہ نہ پائے۔ ہنسائے کہا حاضر ہوں۔
 حسب مصلحت کروڑہ راجہ مودہ نے بھر ماوتی کو مہتیا درشت کے بولانے کا
 حکم دیا۔ بھر ماوتی نے وانی حکم ترشنا درشت کے پاس جا کر کہا کہ راجہ مودہ نے

کمال مہربانی سے تجھے یاد کیا ہے۔

متھیا ورشٹ نے کہا بہت خوب۔

بھرماتی نے بوجھا کہ اے نیک کردار تیری آنکھیں خوار آلودہ اور جسم
سُست معلوم ہوتا ہے کیا وجہ ہے۔

متھیا ورشٹ نے جواب دیا جو عورت ایک مروت سے صحبت رکھتی ہے۔

اُس کو نیند نہیں آتی۔ میرے بیشمار شوہر ہیں وِصّت خواب و خور کس

طرح پاؤں۔

بھرماتی نے کہا اپنے شوہروں کا نام بتا۔

متھیا ورشٹ نے کہا کہ راجہ موہ سے لے کر سب کے سب جو پردہ رتی کے

خاندان میں پیدا ہوتے ہیں مجھ سے اُلفت رکھتے ہیں۔

بھرماتی متھیا ورشٹ کو ساتھ لیکر راجہ موہ کے پاس پہنچی۔ راجہ موہ

نے کہا مال خوشنودی و شگفتہ روی متھیا ورشٹ کو اپنے زانو پر بٹھالیا۔

ایک ساعت اختلاط میں مصروف رہے۔ پھر متھیا ورشٹ نے مسکرا کر

کہا کہ مجھے کس کام کے لئے یاد فرمایا ہے۔

راجہ موہ نے کہا کہ سر دانا او پکھہ کو بلانے گئی ہے تو خود جا اور اُس کو

بالوں سے پکڑ کے پاکھنڈیوں میں ڈال دے کہ ہمیشہ خواری و غذا

میں پڑی رہے۔

متھیا ورشٹ نے کہا یہ کیا کام ہے میں اُس کو کہاں شانہ سنا کر کتب حقیقت

آئینہ معرفت پر سے بنزار کردوئی اور اگر آپ کہیں تو برہنہ دیا کو بھی اپنی

جگہ سے ہٹا کر بے قرار اور سُست کر دوں۔

راجہ موہ نے خوش ہو کر کہا تیری کارروائی و علو ہمتی پر اعتماد ہے۔ اور اسی

واسطے یہ مشکل کام تیرے سپرد کیا ہے۔

ارادت۔ متھیا ورشٹ پاکھنڈیوں سمیت راجہ موہ سے رخصت ہو کر اُدھر

روانہ ہوئی۔ اور سر دانا کو بغریب پاکھنڈیوں کے گھر داخل کیا۔ مگر سر دھا

بدبیر دیاں سے بھاگ کر بشن بھگت یعنی برہمچریم کے پاس چھپ ہی۔ ادھر شانتی سروا
 گم ہونے کی خبر پائے بگریہ وزاری اپنی ماں کے ڈھونڈھنے کو گھر سے باہر نکلی اور کرنا نام اپنی
 سہیلی کو ہمراہ لیکر جستجو کرنے لگی مگر کہیں سراغ نہ پا کر درمندانہ اور ہوشیار
 ہر طرف چلانا شروع کیا۔ کرنا نے تسلی دیکر کہا کہ آج کل راجہ موہ کا لشکر
 بادا دکلنگ ہر چار اطراف ہجوم کر رہا ہے شاید کہیں آرام کے لئے پوشیدہ
 ہو گئی ہوگی۔ شانت نے کہا میں ایسے کل مقامات دیکھ چکی ہوں اب پاکھنڈیوں
 میں دیکھنا چاہتے ہوں شاید کہیں میری ماں اُن کے داؤ پیچ میں آگئی
 ہو۔ اس خیال کو مد نظر رکھ کر مختلف پاکھنڈیوں کی سماجوں میں جا کر تلاش
 کیا۔ کہیں کہیں شانت اور سروا کا نام سُن کر گھبراہٹ مگر کرنا نے کہا اے
 شانت مضطرب نہ ہو میں نے اتہنسا کی زبانی سنا ہے کہ سروا تین ہیں۔
 ایک سانسکی جو خالص شخص ہے۔ اور جس میں کوئی دُکار یعنی عیب نہیں۔ وہ
 تمہاری ماں ہے۔ دوسری نہ تھی سروا کہ انواع مرض میں مبتلا ہے اور
 کندہائے گونا گوں میں بند ہے تیسری تامسی سروا کہ مثل شبیطان فریڈ
 اہل عالم و گمراہ کنندہ آدم ہے وہ پاکھنڈیوں کے گردہ میں رہتی ہے۔
 ادھر جب بھیروی بدیا جس کو کپالی نے سروا کی گرفتاری کے واسطے بھیجا
 تھا۔ بشن بھگت کے پاس سے سروا کو اٹھا کے آسمان پر اڑی بشن بھگت
 کی عظمت اور شان نے کہ کار ساز نیکان و دستگیر در ماندگان ہے۔ فوراً بھیروی
 بدیا کے ہاتھ سے سروا کو چھوڑ لیا جب سروا نے بھیروی بدیا کے نیچے سے
 خلاصی پائی۔ اُس وقت تیسری نام کی سہیلی نے حاضر ہو کر کہا کہ میں نے مرقا
 اپنی بہن سے سنا ہے کہ تو نے بھیروی بدیا کے ہاتھ سے بہت دکھ اٹھایا ہے۔
 اور بشن بھگت کی کُرپا سے گویا موت کے منہ سے رہائی پائی ہے۔ اپنا حال
 مفصل بیان کر۔

سروا نے جواب دیا کہ اے محرم راز نہانی میں اپنی سرگذشت کیا کہوں جب
 اُس کا خیال آتا ہے میرے بدن میں لرزہ پڑتا ہے شکر ہے پروردگار

کا کہ اُس بلائے عظیم سے خلاصی پانے کے پھر عالم حیات میں تیرے دلیار سے
سرد رہی۔ اب میں حسب الارشاد بشن بھگت راجہ بیدی کے پاس
جاتی ہوں کہ اُس کو جنگ پر جلد آمادہ کروں تو کہو کہ کہاں رہیگی۔ میترسی نے
جواب دیا کہ مہمات راجہ بیدی کے سر انجام ہونے تک بدینی بہنوں ہمیت سکیں
ہو شیادوں۔ اور سادہ دلوں میں رہو گی۔

خبر دہانے راجہ بیدی کے پاس جا کے بشن بھگت کا پیغام پہنچایا۔ راجہ بیدی
نے پیغام سنتے ہی خوش دل ہو کے جنگ راجہ موہ پر کمر سعی باندھی۔ حاضرین
میں سے ایک شخص نے راجہ موہ کی مذمت شروع کی۔ کہ موہ بے شکوہ کوتہ
اندیش بدکار ہے۔ اُس کے افعال اُس کی خرابی کا باعث ہو گئے۔ اُس شیطان
نے من کو کہہ پر تو شدہ چندان بدبرہم ہے اس عالم فانی میں کہ محض دہم و گن
ہے۔ قیدی کیا ہے۔ اور روج کو عزت سے کھائی دولت میں ڈال دیا ہے
یعنی سرچشمہ آب حیات سے کہ ہمیشہ گلشن دل میں جاری ہے ہٹا کے اس
جہان مہوہم کی لذت پر جو زہر قاتل ہے فریفتہ کیا ہے۔ اب وہ چاہ جہالت
نادانی سے نہیں بچ سکتا۔

راجہ بیدی نے کہا اب ہم کو وہ تدبیر اور مشورہ کرنا چاہئے کہ دشمن کا لشکر
تباہ ہو اور ہم کو فتح ملے۔ اگر تائید کار ساز مطلق رفیق اور الطاف بشن بھگت
یاور ہے تو امید ہے کہ جلد ہم اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل کریں گے۔ اور راجہ موہ
مغالبینے امرا و فزرا بکڑا جائیگا۔ راجہ موہ کے لشکر میں سپہ سالار و امیراندار
کام ہے اور ہماری فوج میں بستو بچار کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا جو
کام کا مقابلہ کر کے اسیر کر لے۔ یہ کہہ کے راجہ بیدی نے بید وئی (دکان علم) کو
طلب کیا اور فرمایا کہ جلد جا کر بستو بچار کو بلا لاؤ۔ بید وئی نے جلدی بستو بچار
کے پاس جا کر کہا کہ راجہ بیدی نے مجھے بلایا ہے۔ بستو بچار یہ سنتے ہی
روانہ ہوا راستہ میں بید وئی سے کہنے لگا کہ کام ناکام نہایت مکار و بدکار
ہے۔ تمام عالم کو اُس نے گلشن ہدایت سے نکال کر گلخن ضلالت میں گرایا

ہے۔ اور تیر بلا و آفت کا نشانہ بنایا ہے۔ نظم

لفس ہر کس دیس دیگرو اندریں بیشہ شیر میگردو

عقل بیچارہ بچو رو با ہے نشو درو برو برو گاہے

راجہ مود نے نادانی و کوتاہ اندیشی سے اس کینہ کو ایسا یہودہ کر دیا ہے کہ کچھ نیک و بد نہیں سمجھتا۔ عورتوں کو کہ جن کے وجود میں سوا گوشت و استخوان و رگ و خون کے اور کچھ نہیں ہے کوتاہ اندیشان ظاہر بین کو جان سے بہتر دکھا کے اُن پر فریفتہ کرتا ہے اور نا فہم عنان اختیار ہاتھ سے دیریتے ہیں۔ اگر اُن کے باطن میں ذرا بھی تیز ہے تو اُس آراستگی کو مزملہ سے بھی کم پاتے ہیں کیونکہ پلیدی اور بد بوی کے سوا کوئی چیز عمدہ اُن میں نہیں ہے۔ جو صاحب عقل و ہوش ہیں وہ اُس کام نا فرجام کے فریب سے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے کافر بد نما ہونے اپنی تمیز و شعور کو برباد کر دیا ہے کہ خلق کو حق سے پھیر کر اپنا فرمانبردار کیا ہے اس طرح سے سُرخان نصیحت آمیز کہتا ہوا بستو بچار بارگاہِ راجہ بیلیک میں پہنچا۔ اور لازماً بندگی بجالا کر عرض کی کہ ذرہ بمیقدر لا کو کس کام کے لئے یاد فرمایا ہے۔

راجہ بیلیک نے کہا کہ اے شیر بیشہ طریقت و نہنگ دریائے حقیقت پہ چکل راجہ موہ سے جنگ قرار پائی ہے اور اُس کے لشکر میں کام بہت مردانگی و دلاوری کا دم مارتا ہے تو اُس پر فتح پاسکتا ہے۔ بستو بچارے عرض کی کہ گو کام نہایت زور آور ہے اور فاعلی بے سامان ہے لیکن اگر سایہ اقبال لایزال بندہ کے سر پر رہے تو امید ہے کہ اُس بدبخت کو ایسا اٹھنا کر زمین پر گرادونگا کہ عالم میں اُس کا اثر فرمے گا۔ مے گریز و بہ پیش صاحبِ حال فوج ماضی بہ فوج استقبال نتواند با و برآمد شد۔ آنگہ بر حال خود دلاور شد۔

کام دو چیزوں پر فخر کرتا ہے اول خوب صورت عورتوں کا خیال و تصور دوم۔ اُس فرقہ کو نظر اعتبار سے دیکھنا۔ میں اس گروہ کو محض گوشت و استخوان

ثابت کر کے مردوں کا دل اس طرح سے پھیر دینا کہ مطلق اُن کی طرف رجوع
 نہ کریں۔ راجہ بلیک نے خوش ہو کر کہا کہ کاوہ کے مارنے کا علاج میرے
 پاس کافی ہے۔ لیکن وہ زبردست دوا لیر ہے یہی اندیشہ ہے کہ شاید تیری
 تہمیر کا رگ نہ ہو۔ بستو پچا رنے کہا کہ آپ کے اقبال سے سب بہتر ہو گا
 اب مجھے جلد رخصت فرمائیے کہ جا کر کام کا سر توڑوں۔ راجہ بلیک نے
 بستو پچا ر کو خلعت بے بہا جہیز باطن دیکر نہایت مہربانی سے رخصت
 کیا اور بید و تپ سے کہا کہ کروہ کے ساتھ لڑنے کے واسطے چھما کو لے آؤ۔
 اُس نے فوراً چھما کے پاس جا کر حکم سنایا چھمائے اٹھ کر بارگاہ کی راہ لی۔
 اور راستہ میں بید و تپ سے کہنے لگا کہ شاید راجہ صاحب نے مجھ کو
 کس وودھ کے مقابلہ کے لئے طلب فرمایا ہے۔ اُس پر غصہ بابت ہونا کچھ
 مشکل نہیں۔ کروہ کا خاصہ یہ ہے کہ جس کے پاس جاتا ہے اُس کی نظر
 میں تمام عالم کو تیرہ و تار یک کر دیتا ہے اور اُس کو کچھ تمیز نیک و بد یا صبر
 و تحمل نہیں رہتی۔ اور جس کے پاس میں جاتا ہوں اُس سے دشنام دینا۔ بد کہنا
 اور مارنا دور ہو جاتا ہے۔ میرے میں ایسی برداشت ہے کہ جیسے ساون کے
 مہینے سمندر کو۔ اس طرح کے ذکر اذکار کرتے ہوئے بارگاہ میں پہنچے۔ راجہ
 نے کہا کہ اے چھما تجھ کو کس وودھ کے مارنے کے لئے بلایا ہے۔ چھمائے کہا
 کہ حضور کے اقبال سے کروہ کو اس طرح زمین سے اٹھا کر پیکوں جس طرح
 اگتا سر دیو کو کرشن چندر نے مارا تھا راجہ نے فرمایا کس ہتیار سے کروہ
 کو مارے گا۔ چھمائے عرض کی نرمی میری سخت تلوار ہے۔ اور تحمل میری پائدار
 ڈھال ہے۔ دشنام سے بھی میرے دل میں کدورت پیدا نہیں ہوتی۔ جہاں
 کوئی سنگدلی سے سخن کرتا ہے۔ وہاں میری طرٹ سے ملائی اور نرمی ظاہر ہوتی
 ہے۔ غیبت و ملامت و مذمت میرے نزدیک تناد و صفت ہیں۔ فرد
 زبان آتشیں را چرب و نرمی مے گند کو تاد
 چراغے را کہ روغن گشت دودش بخیرد

راجہ بیدل نے جانا کہ فی الواقع چھما کو کن وودھ کے قید کرنے کی قدرت ہے۔ چھما نے پھر عرض کی کہ جس وقت کروودھ میرے ماتھے سے فنا ہوگا اُس وقت ہنسنا و مد و مفسر و مان خود معدوم ہو جاوینگے۔

راجہ نے چھما کو رخصت کر کے بید وئی سے فرمایا کہ لو جھہ کے جنگ کے لئے سنتو کہ کوئے آ۔ بید وئی نے تعمیل کی۔ راستہ میں سنتو کھڑے کیا۔ کہ اگر راجہ نے مجھے کو جھہ کے مقابلہ کے واسطے بلایا ہے تو اُس کا زیر کرنا کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ لو بھی میرا قول سمع رضا سے سنے۔ کو جھہ جس کو کسی کے دروازہ پر پہنچاتا ہے حد سے زیادہ اُس کی تعریف کروا کے کچھ منگواتا ہے۔ دنیا دار اُس کی طرف سے روئے توجہ پھیر لیتا ہے اور اُس کا حال بھی نہیں پوچھتا۔ دُخوت و دنیا عداوت کیوں نہ ہو۔ زہر کے کھانے میں اُسکے خوان میں دیگر

ناسخ نہ ہو جو بگس خوان اغنیا یاد آیا یہ سخن مجھے دان جوین سے اور جہاں میرا گذر ہوا ہے وہاں اکثر لوگوں نے گوشہ بیاہاں کو کہ بے خلل و آرام افزا ہے اختیار کیا ہے۔ جہاں رفع گرسنگی کے لئے مینوہ مانے گونا گون بے طلب و سوال ملتے ہیں اور تشنگی کے واسطے جا بجاتا آب پُر آب و نہریں موجود ہیں۔ اور سونے کو بستر گاہ نرم برگ و رخسان اور دیکھنے کو گلہائے بیابانی اور سننے کو احسان مرغان خوش ادا۔ بے قیمت جمعیت کے لئے حاصل ہیں نظم

دوتاے ناں اگر از گندم است یا از جو دوتاے جامہ اگر کہنہ است یا از نو
پہار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع کہ کس نگوید از خبا جبینہ و انجارو
ہنزد اہل قناعت بہ دولت است بزرگ ہزار مرتبہ بہت زر ملک کیخسرو
دوناں از منت دونوں سناں برسینہ سے باشد

سناں برسینہ اولیٰ ترکہ از دونوں دونوں خوردن
دیگر بچوں حافظ در قناعت کوش و از دنیاے دول بگذر

کہ ایک جو منت دونوں بصد من زرنے ارنو
 جب سنتو کہ بارگاہ راجہ میں حاضر ہوا تو راجہ نے کہا کہ جلد جا کے لو جہ کو جو رہا
 دو کھدائی ہے قابو کرو۔ سنتو کہ نے کہا انشا اللہ تعالیٰ اُس بد بخت کا اس
 طرح سے نام و نشان مٹا دوں گا جیسے سری راجندر نے راون کو معدوم کیا۔
 اتنے میں نجومی نے آ کے راجہ بیپک کی خدمت میں عرض کی کہ سواری کی
 ساعت آج ہے۔ راجہ بیپک نے اُس کے لشکر میں جا بجا نقیب یہ حکم سناتے
 کو بھیجے کہ جو انان آزمودہ کار اور امیران نامدار و پہلوانان شیر افکن و دلیران
 صفت شکن سلاح پر تکلف باندھ کر حاضر ہوں اور سواری خاص کے لئے آتم
 و شے کرنیوالی بڑھی لائیں۔ فیلان کوہ پیکر فوج کے آگے کھڑے کر دئے جائیں
 اور تمام لشکر کی خوب مسلح ہو کر اور عنایت ذوالجلال پر تکیہ کر کے معرکے کی
 جانب قدم بڑھائیں۔ ہیلیان یہ حکم سنتے ہی سواری کے لئے رتھ لایا۔
 راجہ بیپک نے کمال جلالت و شجاعت سے سوار ہو کر معرکے کی راہ لی اور ہم
 نیم برہمچر ج وغیرہ سب شامل ہوئے راستہ میں دو سواردوں نے آ کے راجہ
 کو یرنام کیا۔ راجہ نے بوجھا تم کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ایک کا نام
 ویراگ ہے اور دوسرے کا تیگ۔ لیشن بھگت نے آپ کی کمک کو بھیجیں
 ہیں۔ راجہ اُس کو خوش ہوا اور بھگت کی تعریف کی۔ غرضیکہ اس طرح راستہ
 طے کر کے کانشی میں پہنچے۔ مخبر نے آ کے خبر دی کہ آپ کی آمد اُس کے محفل
 کی فوج میں تھلکہ پڑ گیا ہے۔ کام کر دو۔ لو جہ وغیرہ بے حواس ہیں۔ اگر
 اس وقت دما واکر دیا جاوے تو امید ہے۔ کہ وہ سب بھاگ جائیں گے۔ یہ سنکے
 راجہ نے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ راجہ بیپک اور راجہ مہوہ کے درمیان آفت
 کی صف آرائی ہوئی اور قیامت کی لڑائی ہوئی۔ اُس جنگ کی مفصل کیفیت
 لکھنی باعث طوالت ہے۔ اسلئے فتح راجہ بیپک اور شکست راجہ مہوہ سردار
 کی زبانی بیان کی جاوے گی۔ جب سردار راجہ بیپک کے پاس گئی تھی اُس نے
 کیفیت جنگ اور قتل قبیلہ مہوہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور بوجہ پیوند

برادری اس دروناک حالت کو دیکھ کر نہایت اندوہ و غمگین ہوئی تھی۔
الغرض آپ کو تسلی دے کر بٹن بھگت کے پاس عرض کو گئی سوہاں پہنچ
کر اس طرح سے عرض کیا۔

سردار۔ جب طرفین سے لشکر کی کثرت ہوئی۔ اُس وقت راجہ بیگ نے نیائے
شاستر کو یہ پیغام دیکے راجہ موہ کے پاس بھرتی وکیل بھیجا کہ تیرے حق میں
بہتر ہے کہ اس مقام سے کہ جانے پاک ہے چلا جاوے۔ اور اہل شکرت سے
جدا ہو سکے ناوا لوں اور خانلوں میں جا کے مقیم ہو۔ ورنہ تیرا سرتیج حیدر رنج سے
اڑایا جا دیگا۔ اور تیرے سب ساتھیوں کو کہ دم نخوت مارتے ہیں خاک میں
ملا یا تھاویگا۔ نیائے شاستر نے راجہ موہ کے پاس جا کے وہ پیغام سنایا۔ راجہ موہ
نے سن کر اپنی جگہ سے جست اگی اور اڑوے کے قہر کہا کہ وکیل کا مارنا گناہ عظیم
ہے۔ ورنہ تجھ کو بھلاست قتل کرتا۔ خیر جا کے بیگ کو کہہ دے کہ مجھے
لافت زنی نہیں آتی۔ لڑکے دیکھ لینا۔ اور پا کھنڈ و چار باک کو کہہ کہ اس پیغام
کو یہاں سے نکال دو۔ نیائے شاستر نے راجہ بیگ کے پاس آکر وہ کیفیت
بیان کی۔ دو طرف سے لشکر میدان جنگ میں آکر اس جوش و خروش
سے ایک دوسرے سے لڑنے لگے گویا قیامت برپا ہو رہی ہے۔ کام بڑے
تجمل اور زور سے آیا اکثر لشکر یان راجہ بیگ کو زخمی کر کے درہم برہم کر
دیا مگر حضور کی توجہ سے بستو بچار نے اٹھ کے کام کو زمین سے اٹھا لیا۔ اور
اپنے سر کے گرد پھرا کے ایسا پتھر ببارا کہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اُس کے
بعد گرد و دھول سے نجات و قہر سے آیا کہ گویا تمام عالم جلا دیگا۔ اُدھر سے چھپا
نے تبسم گنان اُس کے پاس جا کے سخنان نرم خمیریں سے اُس کو سرد کیا
اور آبِ حلیم سے اُس کی آتش قہر کو بجھایا۔ جب لشکر دشمن میں کام اور گرد و
کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو سب پر رعب چھا گیا۔ توجہ کو مستحکم نہ کرنا
کیا۔ قہر کا پیر شارخ نے مقابلہ کیا اور اُس کو گرفتار کر کے راجہ بیگ کے
آگے لا کے ڈال دیا۔ اس طرح سب کو آپ کے بہادریوں اور مورہیروں

نے معدوم کر کے راجہ بیگ کی طرف نقارہ فتح بجایا۔ اور راجہ موہ بھاگ گیا۔ بشن بھگت نے کہا افسوس ہے کہ موہ کو زندہ چھوڑ دیا سرور الشکریان شرارت انگیز وہی تھا۔ خیر اب من کی حقیقت کہہ کہ اس کا کیا حال ہوا۔ سرور مانے عرض کی کہ پرورت اس کی عورت اپنے لڑکوں کام کرودھ وغیرہ سمیت ناس ہو گئی۔ کیا عجب ہے کہ من اس غم واندوہ میں اپنی حیات ترک کر دے۔ بشن بھگت نے کہا کہ اگر من ترک حیات کرے یعنی خودی کو چھوڑ دے تو اس سے کیا بہتر ہے ہمارے سب کام بن جائیں اور وہ بھی قطرے کی طرح بحر مطلق سے مل جائے۔ سستی کو حکم ہوا کہ من کو قید غم واندوہ و بے آرامی و بے قراری سے سخنان تسلی بخش مٹنا کر خلاص کر۔ اتنے میں من واپس آیا اور باد از بلند گریہ و زاری کر کے مرغ نیم بسمل کی طرح خاک بیصبری پر لوٹنے لگا اور اپنے لڑکوں کام کرودھ وغیرہ کو یاد کر کے کہنے لگا کہ کہاں چلے گئے۔ جواب دکھائی نہیں دیتے۔ اسے رت و ترشنا و ہنس اسوا تمہارے دیکھے مجھے ایک لمحہ آرام نہ تھا۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر تم کہاں گئیں اور اپنی استری پرورت کو بچا را اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر آئے بکلیت و بکلپ نے آکے زمین سے اٹھایا اور گو د میں لے کر نصیحت کرنے لگے۔ آپ غبت اند و ہلکین و غمناک ہیں۔ اور ناحق اپنی جان دے دیتے ہیں تقدیر الہی سے کسی کو چارہ نہیں میقدر کا لکھا کسی طرح مٹنا نہیں۔ اس درد و الم کا علاج سوائے صبر کے جو دورانیشوں کا طریقہ ہے اور نہیں۔ بہر حال کرتا پریش پر تنکیہ رکھنا واجب ہے۔ اتنے میں سستی نے اگر کہا کہ ہے پتر تو نہایت غمناک و پریشان ہے۔ یہ گریہ و زاری بے فائدہ ہے۔ تجھ کو برہمہ پر ماتمانے عقل و تمیز دی ہے۔ اور نیز تو نے اخلاقی کتابیں دیکھی ہیں اور یہ تحقیق ہے کہ جو عدم سے وجود میں آیا وہ پھر وجود سے عدم کو جائیگا کل چیزیں فانی ہیں۔ ابیات

خانہ عمرے تو بودہ یک مے بہرے میطلبی ناوان عالمے

بہر دے این کینہ د کبر و ریا بہر دے ہست اینہم حرص و ہوا
 حیف برائیں دانش و آئین تو کور میشد دیدہ حق بین تو
 جو نظر میں ہے وہ گذریں ہے۔ پس جو باقی اور پائدار ہے اُس پر نظر رکھنا
 چاہئے۔ اشیائے بے بنیاد سے اُلفت کر کے اپنی ذات کو آتش غم میں کیوں
 جلاتا ہے۔

گر جان جانانی بود یا تحت سلطانی بود
 جز حق ہمہ فانی بود بر خود میس در خود بین
 میں نے کہا کہ آپ کا فرمانا راست ہے مگر میں نہایت پریشان اور غمزدہ
 ہوں اس لئے سخنان نصیحت آمیز کا رگر نہیں ہوتے۔ سُرستی نے کہا یہ سختی
 زیادتی اُلفت کی بدولت ہے۔

خواہی کہ در جہاں نرسد کلفت ترا
 اُلفت بکس بگیر کہ کلفت ز اُلفت ہست
 جیسے کھانے کی بد بھنی سے بیماری پیدا ہوتی ہے اُسی طرح اُلفت کی زیادتی
 سے آزار پیدا ہوتا ہے۔ وہی سبب بے قراری و بے آرامی ہے۔ ماں باپ
 عورت اولاد وغیرہ جو بظاہر دوست ہیں درحقیقت دشمن دکھ دینے والے
 و خوار کرنے والے ہیں۔ بلکہ زن فرزند وغیرہ چنداں دشمن نہیں۔ ان کے
 ساتھ محبت رکھنا اپنے ساتھ سخت دشمنی ہے۔

نشايد بستان اندر چیز و کس دل
 کہ دل برداشتن کار بست مشکل
 جیت دنیا از خدا غافل بدن نیست دنیا سیم دزد فرزند و زن

از خدا بجز خدا نیاید خواست کہ جز او ہرچہ ہست رو بفاست
 ہرچہ امروز خواستی بدعا غم فو تش ترا شود فسا
 پس چرا از کریم بے ہمتا غم خود را طلب گنی بدعا

تاکہ آنرا بود ہمیشہ بقا نہ نشینی تو در غمش فردا
اہل ہوش کو چاہئے کہ جسکی انتہا باعث آزار ہو اُس کو ابتدا سے دوست
نہ رکھے۔ من نے کہا یہ سچ ہے مگر میرا حال نہایت بد ہے۔ جلد فنا ہوا چاہتا
ہوں۔ سُستی نے کہا کہ کم ہمتی اور بے تمیزی تجھ سے ظاہر ہے جن لڑکوں
کو تو یاد کر کے آتش غم میں جلتا ہے۔ کوئی اُن میں سے تیری غمخواری کو آیا
یا آئیگا +

من نے کہا یہ سب کچھ میں جانتا ہوں مگر جن بچوں کو پال کے جوان کیا
اُن کی محبت دل سے دور نہیں ہوتی۔
سُستی نے کہا کہ اے پسریہ اُلفت تجھ کو خود بینی اور پندار سے ہے۔ جس
مرغ کو تو نے پالا ہوا اگر اُس کو بلی لے جاوے۔ تجھ کو رنج ہو گا اور اگر وہ بلی
کسی چوہے کو لے جائے تو تجھے کچھ صدمہ نہ پہنچے گا۔ پس تیرے میں زن و
فرزندوں کی اُلفت خودی یعنی اہنکار کی وجہ سے ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ
فرزند میرے وجود سے پیدا ہوئے ہیں۔ مرغ و موش کی مثال یہاں درست
نہیں ہے تو جو تمہیں بھی تیرے وجود سے پیدا ہوئیں اُن کو اپنے ہاتھ سے
کیوں مارتا ہے اور لڑکوں کو چوم کے گود میں بٹھاتا ہے۔ پیدائش فرزند
اور جوں میں پیدائش جسم کے اعتبار فرق نہیں۔ صرف یہی فرق ہے کہ
اُن کو تو اپنے سکھ کا موجب جانتا ہے اور اِن کو باعث آزار مانتا ہے۔ مناسب
ہے کہ دیدہ دور بین و چشم تمیز کو وا کر کے خودی و خود پسندی دور کر تو یہ درد و غم
بھی ایک لحظہ میں زائل ہو جائیگا۔ نظر

باید کہ دلت صفا پذیرد۔	جز رنگ یگانگی نگیرد
خود مطلب خویش اے یگانہ	با خویش بسازد دوستانہ
مطلوب تو در بر تو پیدا	تو در برا و ہمیشہ رسوا
او کرد ترا ہمیشہ در بر	تو کردہ ز ہجر خاک بر سر
القصد تمام کارے سست	موقوف بخود شنائیست

من نے کہا۔ کہ اے مادرِ مہربان ایسی تدبیر بتا کہ یہ کمندِ اُلفت میرے گلے سے کٹ جاوے۔ اور یہ آتشِ غم و ماتم کہ حد سے زیادہ ہے سرد ہو جاوے۔

سُستی نے کہا۔ کہ ایک علاج نہایت آسان و مفید ہے۔ اُس کو بگوشِ ہوش سُن اور اُس پر عمل کر۔ بیماری اُلفت سے رہائی پائیگا۔ اول اپنی ذات کو ہوا و ہوس سے باز رکھ۔ اور لذت و راحت دنیا بے بقا کو محنت و اندوہ جان۔ دنیا کمال بے وفا و ناپائدار بمثل ایک طلسم ہے۔ بچار کر کہ بھائی بیٹے دوست وغیرہ کہ جن کی محبت میں تو مبتلا ہے کہاں ہیں۔ وہ سب کے سب پرودہ عدم کے نیچے پہناں ہیں۔ اگر تیرے نیچے مگر ہوتے تو تیری کبھی خبر لیتے پس جو ذات باقی و بے زوال ایک حال اور ایک قرار پر ہے اُس سے محبت کر۔ من نے کہا کہ آپ کی نوازش سے غم کے تیر میرے سینہ سے نکل گئے ہیں مگر اُن کے زخموں میں قدرے درد ہے۔ سُستی نے کہا کہ اے پسر اسکے لئے اچھا دار و بہت مفید ہے۔ گذشتہ کی یاد نہ کر اور آئندہ کی فریاد نہ کر۔ من نے کہا کہ گو چیتا کو دور کر کے اچھا کو اختیار کرتا ہوں تاہم آرام نہیں آتا سُستی نے کہا۔ یہ سب اشانت یعنی خواہش کی وجہ سے ہے۔ اگر شانت بکھے یعنی ذاتِ حق کو اپنا دوست بنالے تو پل میں چیتا تیری نظر سے غائب ہو جائے من نے پوچھا۔ شانت بکھے کس کو کہتے ہیں ؟

سُستی۔ یہ راز نہانی ہے۔ ہر نیک و بد کے سامنے کہنے کے قابل نہیں مگر جو طالبِ صادق ہو اُس کو تلقین کرنا واجب ہے۔ سُن شانت بکھے اُس کا نام ہے کہ جو نہ کبھی پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ لاشریک و لامحدود ہے۔ اگر اُس کو اپنے دل میں جگہ دے اور ہمیشہ اُس کے تصور میں رہے اور آپ کو فانی اور اُس کو باقی جانے تو کشمکش آمد و رفت دنیا بے وفا سے خلاصی ہو جائے ۔

فرد

اے دانہ کہ خوشہ مے تو انی گرید در خاک چہ ماندہ سربسروں کن
جب تک دیدہ دور بین و حقیقت گزین پیدا نہ کریگا۔ جمالِ ہستی مطلق نظر

نہیں آئیگا۔ برہمہ ہر شے میں موجود ہے مگر اُس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔
 بے ابتدا و انتہا و بے صورت ہے۔ اُس بزرگُن پر ماتا کا سرگُن بھی نام ہے
 سرگُن بمعنی صورت اُسی کا جلوہ ہے۔ پس بزرگُن و سرگُن ہر دو برہمہ کے سرور
 ہیں۔ پہلے سرگُن سرور کی ادبائنا کر پھر بزرگُن تیری سمجھ میں آئیگا۔ جس نے
 پندار و غفلت سے نکل کے تعلق ظاہری کو قطع کیا ہے اور جو نعل و عل اُس
 ظاہر ہوتا ہے حق کو حوالہ کرتا ہے وہ ہوا و ہوس کو نظر سے گرا دیتا ہے۔ اور
 گرم و سرد۔ شادی و غمی۔ زندیا و آہستہ سے فانی ہو جاتا ہے۔

نہ از غم غم بود آں رانہ از راحت بود راحت
 بود راضی بہر و دھڑ کہ راضی بر قضا باشد
 نت ویتا گیانی دہی ہے جونیک و بد کو کیساں نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے
 سودزیاں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔

ماسنگ نیستی بہ تراز و فتادہ ایم
 سودزیاں خولش بہ یکسو نہادہ ایم
 من نے۔ یہ تلقین معرفت افزائی دوڑ کے سستی کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور
 عرض کی کہ اے مُرشد کامل آپ کی طفیل سے دریائے عظیم الشان عالم فانی سے
 گذر کے ساحل مقصود پر پہنچا۔ نظم۔

منم رفت و حق آمدہ جائے من فرو برد از من سراپائے من
 درون و بروم ہمہ حق گرفت ہمہ حق شدہ زیر و بالائے من
 ربود از دم نشہ معرفت خیالات دنیا و عقبا ئے من
 سستی نے خوش ہو کر فرمایا کہ تو میری نصیحت سُن کے آلودگی فخر جسمانی و لذات
 نفسانی سے پاک ہوا۔ اب ہر آگ کو بُلاتی ہوں باقی غلاطت کو وہ رفع کریگا۔
 یہ ذکر تھا کہ ہر آگ حاضر ہو کر کہنے لگا۔

بیر آگ۔ برہما عجب حکیم ہے۔ وجود انسان کو کیسا نازک بنایا ہے۔ رگ و استخوان
 و خون سے مُرتب کر کے اُس کو پوست سے محفوظ کیا ہے۔ اگر پوست نہ ہوتا تو

گوشت زراغ کھاتے اور ہرگز آدمی اُن کو ہٹاتے کی فرصت نہ پاتا۔ مگر کبھی ایک بلائے بد کو وجود انسان میں اس طرح شریک کیا ہے کہ کسی کو اُس کے ہاتھ سے خلاصی ممکن نہیں۔ سب حلقہ بگوش ہوا دہوس دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اپنے اصل سروپ کو پہچان کے اپنے میں بے خود ہرے باخود ہو جائے۔

من۔ اے پسر مجھ سے بغل گیر ہو۔
 بیراگ۔ اُٹھ کے من سے پٹ گیا۔
 من۔ تیرے آنے سے میرے سب دکھ درد کا فور ہو گئے ہیں۔
 بیراگ۔ اے پدر دانا غم دالم بے سود ہیں۔ ماں باپ عورت لڑکے مسافروں کی طرح ہیں یا کشتی دریل کے سواروں کی مانند ہیں۔
 رباعی

اے دل تو دیں سراچرا بیجنبری
 چوں قسمت تو ازیں جہاں یک کفن آ
 روزان و شبان در طلب سیم وزری
 آں ہم بگساں است بُری یا نہ بُری
 و چار دان کو چاہئے کہ اس دنیا کو سر بسر ایک خواب دراز جلانے۔ اور اگر کوئی غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر دیکھے تو دنیا کا چھوٹا پن اُس پر ظاہر ہو جائے۔ من نے سرستی سے مخاطب ہو کر کہا کہ بیراگ کی گفتگو سے میرا دل صاف ہو گیا ہے اور آفتاب گیان میرے اندر جلوہ گر ہوا ہے۔

سرمستی۔ اب تجھے مناسب ہے کہ اپنی ترقی ناما استری کو بلا کر اپنے گھر رکھے اور اُس کے فرزند ان جم نیم وغیرہ سے محبت پیدا کرے۔ اور متیری کرتا۔ مُدتا اور اوپکھیا سے خدمت لے۔ یہ سن کر من بیراگی ہو گیا۔ اُدھر بیبیک نے شانت کو بلو اکرا اوپکھد کے بلانے کو بھیجا اور ادھر پرکھ نے سرو داسے کہا کہ بیبیک کو بلا لاؤ۔ القصہ بیبیک اور اوپکھد پرکھ کے پاس حاضر ہوئے۔ پرکھ نے اوپکھد سے گذشتہ حقیقت دریافت کی۔ اوپکھد نے کہا۔ کہ راجہ بیبیک کی جدائی میں مجھے ایک ایک دن ایک ایک سال کے برابر گذرنا رہا ہے

پہلے میں کم فہموں اور بیوقوفوں کی صحبت میں رہی۔ انہوں نے اصل حقیقت اور طرح ظاہر کی۔

الغرض طرح طرح کے متوں والوں کو دیکھا مگر کسی نے میری قدر نہ کی۔ بعض مجھے نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور تمسخر کرتے تھے۔ چنانچہ ترک بدیا کی جماعت میں کہ رفیقانِ نیاٹے شاستر سے ہے میں نے جہل کے دیکھا کہ بحثِ علم ہو رہی ہے اور انواعِ برہان و دلیل و تمثیل سے اس قدر غوغا ہے کہ دوسرا سمجھ نہیں سکتا کہ کیا کہتے ہیں۔ نیاٹے شاستر میں چھ طرح کی بحث قرار پائی ہیں۔ باد۔ مگرہ۔ جلب۔ ہنڈا۔ چیل اور جات۔ گور شش کے درمیان جو ذکر ہو وہ باد ہے اور جو دو جاہل عالم نما خودی و خود پسندی سے باہم جنگ و جدل کریں وہ مگرہ ہے اور جو دو آدمی باہم ایک دوسرے کی عیب جوئی کریں اُسے جلب کہتے ہیں اور جو دو بے وقوف آپ کو دشمنوں میں جان کے آپس میں مباحثہ کریں۔ وہ ہنڈا ہے۔ اور جو دو آدمی حقیقت حال کو نہ جان کر اور طرح سے بیان کریں اُسے چیل کہتے ہیں۔ اور کوئی شخص کسی سے کوئی سوال کرے دوسرا بلا تحقیق زبان کھولے کہ دل سائل اُس کے سخن سے رنجیدہ ہو اُس کا نام جات ہے۔ غرض اس مجلس کے لوگوں نے مجھے دیکھ کے پوچھا کہ تو کون ہے اور کیا مذہب رکھتی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ ایک ادویت پرورن پر ماتا کی مہاں میں مصروف رہتی ہوں۔ اور اُس کے غیر کو نیست و نابود سمجھتی ہوں۔ وہ بالذات وصفات ایک ہے۔ یہ سن کر بعضوں کی آتشِ قہر و غضب شعلہ در ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بڑی بے وقوف ہے اور بے سمجھے بات کہتی ہے۔ اور تمام عالم کو خدا بتلاتی ہے۔ عالمِ فانی اور خدا باقی ہے۔ کون احمق فانی اور باقی کو ایک کہیگا۔ یہ عجیب نادان ہے کہ خالق کو خلق میں دکھاتی ہے۔ خلق کو نمود محض اور خالق کو بود مطلق کہتی ہے۔ راجہ بیگی نے او پنکھد کی زبان فصاحت بیان سے یہ حال سن کے بکراہیت کہا کہ دانش و شعور ترک بدیا پر کف ہے جیتک صاحبِ تمیز نہ ہوگا۔ تیرے نکتہ کو نہ پہنچیکا۔ اور دریا موت میں نہ دیکھیگا۔ اگر کوئی

رسی کو سانپ تصور کرے۔ اور صدف کو نقرہ جانے اور سُرّاب کو آب سمجھے
 کمال نادان ہے۔ جو خیر باقی و لازوال اور ایک قرار اور ایک حال پر ہے
 اگر کوئی اُس کو بنظر تحقیق تحقیق کرے تو دریافت ہو جائے کہ یہ عالم نمود اس
 وجود سے آیا ہے۔ اور پھر اُسی میں گم ہو جائیگا۔ اور وہی ست سرور پر راتا
 تغیر و تبدل سے بری ہے۔ عالم کی فنا سے اُس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔
 جیسے آسمان سے ابر پانی ہو کر برساتا ہے۔ اور گلہائے رنگ، رنگ و میوہ ہائے
 گونا گون پیدا ہو کے پھر معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس تغیر و تبدل سے آکاس میں
 کسی قسم کا نقصان رونما نہیں ہوتا۔ اسی طرح پورے کھسے سے یہ سب نمودنا بود کہ
 موجود ٹلے وجود میں آکر طرح طرح کے رنگ دکھاتا ہے۔ اور پھر اُسی میں
 سما جاتا ہے۔ مگر پُرکھ میں کچھ ضرر نہیں آتا ہے۔ راجہ بیک کی یہ باتیں کچھ
 مئے شُن کر پسند کیں اور ادبیکھد سے پوچھا کہ پھر تو کہاں گئی۔ ادبیکھد نے
 کہا کہ میں وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی لوگ میرے پیچھے پڑ گئے۔ اور میرا
 مال لوٹنا چاہتے تھے مگر میں اُفتاں و خیراں گیتا کے پاس جا کر پوشیدہ ہوئی
 پُرکھ۔ ایشور کسے کہتے ہیں؟

ادبیکھد (ہنس کے) اگر کوئی اپنا نام نہ جانتا ہو اُسے کیا کہنا چاہئے۔ ۵
 اے بیخبر از معنی خود ہیجو کتاب در چشم تو آیاتِ الہی بہ حجاب
 معنی ز تو حق پدید تو از اثرش آگاہ نہ پوشیدہ از بونے کلاب
 دیگر

ذات بہ ہمہ صفات جامع در تو زان نور حقیقت است لامع در تو
 بر خود تو عبث تہمت ہستی داری حق است کہ شد قایل سامع در تو
 پُرکھ۔ تو مہنسی سے مجھے ایشور کہتی ہے کیونکر یقین ہو کہ سچ ہے۔
 ادبیکھد۔ جس طرح زیور کو طلا سے بے حد نہیں کہہ سکتے۔ اور برف کو آب سے
 جدا نہیں دیکھ سکتے۔ اُسی طرح ایشور تجھ سے جدا نہیں اگر جدا ہوتا تو حد
 لازم آتی۔ اور مکان ثابت ہوتا اور جہت قرار پاتی مگر حق بے حد و لامرکا

و بے بہت ہے تو صحت و خلط مایا سے نقد تمیز ماتھ سے دیکھے آپ کو جدا جانتا ہے۔
مایا سے الگ ہو کے وچار کی آنکھ سے دیکھ کہ غیر ذات پاک دوسری چیز نہیں

رباعی

گشتی چو ز خود فنا بقا باقی ماند
بیشک میداں کہ اندرین نیست شیک
چوں زخم کہ بہ شود شفا باقی ماند
ہر گاہ خودی رفت خدا باقی ماند

دیگر

سایہ شد از پرسی چو بر انساں
پر تو حق چو جلوہ کرد برو۔
ہمہ اطلاق جن کنند بر آں
چہ عجب گر خود شناخت درو

دیگر

چوں خودی رفت شد خدا موجود
سخن اقرب اللہ خود فرمود
جیسے آفتاب آسمان پر طلوع ہوتا ہے اور پانی میں اُس کا عکس دکھائی دیتا
ہے گویا ہر حال ایک اور اور دوسرا پانی میں معلوم ہوتا ہے مگر بنظر حقیقت
ایک ہی ہے۔ اسی طرح مایا کی صحت و محبت سے اپنی اصل سے غافل ہو کے
جیونام پایا ہے ورنہ وہی ذات پاک واحد ہے۔ پُرکھ نے راجہ بییک سے کہا
تم نصف ہوا دیکھد مجھ کو ایشور کہتی ہے اور میں نامراد عاجز کُنند حیات و
مات میں گرفتار ہوں ایشور کیونکر ہو سکتا ہوں۔

راجہ بییک۔ اے پُرکھ جب تک تو اپنی اصل حقیقت سے خوب واقف
نہیں ہو گا اور آپ کو اپنے میں نہ ڈھونڈیگا۔ تب تک تجھ پر یہ راز منکشف
نہیں ہو گا۔

پُرکھ۔ براہ مہربانی جو بات خودی گداز و دلی سوز ہو اُپدیش کر۔
راجہ بییک۔ اپنے یقین کو درست کر کے اور خودی سے گذر کر دیکھ کہ تجھ
میں گویا و بنا و دانا و توانا ہو کر تیرے لباس میں لباس کون ہے۔

ابیات

ناظر و منظور خود و خود نظر
خود شدہ آئینہ خود آئینہ گر

اسم اسم است و طلسم است بدن۔ ایں کہ ام است کہ میگوید من
 پرتھوی۔ جل۔ تیج۔ بایو اور آکاس کو پُرکھ تصور نہ کر بلکہ پرتھوی کو گندہ میں
 اور گندہ کو جل میں اور جل کو رس میں اور رس کو تیج میں اور تیج کو روپ میں
 اور روپ کو بایو میں اور بایو کو سپرش میں اور سپرش کو آکاس میں اور آکاس
 کو شب میں اور شب کو اہنکار میں اور اہنکار کو مہات میں اور مہات کو
 مایا میں ملاوے اور مایا جس شے میں ملے وہ خود تو ہے۔ کہ ہوشیار و لطیف
 و عالم و خیر ہے۔ ان گل تتوں کو کہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے بذریعہ لے
 چنتن معدوم کر کے دیکھ دریائے بید کا تو قطرہ ہے اور انبار احدیت کا تو
 دانہ ہے۔ اس ہدایت کو سن کر پورکھ کے دل سے دوسری کی تاریکی اور میں تو
 کی کثافت بخل گئی۔ اُس وقت مذہبیا سن نے حاضر ہو کر کہا کہ بھگت نے
 مجھے فرمایا ہے۔ کہ اوپنکھد اور راجہ بییک کے پاس جا کے اُن دونوں
 عزیزوں کو اصل مقصد ظاہر کر اور خود پُرکھ کے سینہ میں کہ اب مثل آئینہ
 زہکار غیریت سے مصفا ہے۔ یقیم رہو۔ اوپنکھد کو کہا کہ اے یاد و مہربان
 بھگت نے کہا ہے۔ کہ راجہ بییک کی ایک نظر خواہش سے تجھے حل رہا ہے
 تجھ سے ایک بدیا نام لڑکی اور پر بودہ چند رلڑکا پیدا ہو گا تو اپنے شوہر
 سمیت میرے پاس چلی آ۔ اوپنکھد نے اُس بات کو قبول کیا۔ اُس کے بعد
 بدیا عالم عدم سے وجود میں آئی۔ اور مثل شعاع برق کو دگر من کے سینہ میں
 داخل ہوئی۔ کام کرودہ وغیرہ کا جو کچھ من میں اثر باقی تھا۔ اُس کو بالکل
 دور کر دیا۔ اُس کے بعد پر بودہ چند رتولد ہوا۔ اور باوازل بند کہنے لگا کہ اے
 پُرکھ تو کہاں ہے میں پر بودہ چندر حاضر ہوا ہوں جو حکم ہوا اُس کی تعمیل
 کی جاوے۔

پُرکھ اُس کی آواز سن کر کمال شوق سے دوڑا اور اُس کو گود میں لے لیا۔
 پر بودہ چندر سے ملنے ہی فی الفور باقی ماندہ تاریکی جاتی رہی۔ اور پُرکھ نے
 کثافت خطوط نفسانی و آلودگی لذات جسمانی و غبار رسومات و تفرقات

عالم فانی سے مطلق پاک ہو کے زبان صدق سے کہنا شروع کیا۔ کہ یہ جہان
فانی دریائے عمیق ہے۔ مایا اس کا پانی ہے۔ ترشنا اسکی امواج ہیں۔ مہنسا
و متانجارات ہیں۔ لو بھ گرداب ہے۔ کام ہنگ ہے۔ اور مدوان ہولے
طوفانی ہیں۔ اس دریانا پیدا کنار کو کوئی پیر نہیں سکتا۔ میں بھی نا امید تھا
مگر سخت آفات و خطرات کے ہونے پر بھی میں متوجہ بشن بھگت اس
بحر عمیق سے خلاصی پائی۔ اور توحید و گیان کے ساحل پر پہنچا۔ اور خانہ دل
کہ ہری مندر ہے بذریعہ جاروب تمیز خشن و خاشاک غیریت سے پاک
ہو گیا۔

ہم سایہ و ہم نشین بیٹ ہما ہمہ دوست
وردی گد او اطلس شہ ہمہ دوست
رباعی

ہر موج کہ از جنبش دریا پیدا است در نشو و نما کے خود بخود پس کیت است
بر دانش و نادانی از حرف فلک و اند دریا است ورنہ و اند دریا است
راجہ بر ہم کیرت کو اس تماشے سے صفائی حاصل ہوئی۔ اور نہایت خوش ہو کر
نٹ کو بہت کچھ انعام دیا۔ پس اے ہمت جب تک پر بودہ چند رعدم
سے وجود میں نہ آوے تب تک من کی حرارت رفع نہیں ہو سکتی۔
ارادت نے عارفانہ لباس زیب تن کر کے ہمت سے کہا اٹھو چل کر سمندر
کے عجیب و غریب نظارہ سے دل بہلاؤ۔ دو نزل کر سمندر کے کنارہ پر
پہنچے۔ وہاں سطح سمندر پر امواج کا عروج و نزول دیکھ کر عارف نے کہا۔
سمندر کی لہریں سمندر میں۔

ہمت۔ براہِ دازش اس نکتہ کو مفصل بیان فرمائے۔ اور ذات بالصفات
کی واحدانیت کو موبہ ہویدا کر کے سنائیے۔
عارف۔ واہ و اکیا عجیب نظارہ ہے۔ وحدت میں کثرت کا پسرا ہے۔ کوئی
اٹھتی ہے کوئی سماتی ہے کوئی کوسوں تک چلی جاتی ہے۔ اور کوئی وہیں

کی وہیں رہ جاتی ہے۔ مگر سمندر اپنی ذات میں قائم موج کے عروج و نزول میں یکساں ہے نہ کہیں سے آتا ہے اور نہ کہیں جاتا ہے۔ گو کثرت امواج نے سمندر کی سطح پر نقاب ہو کر ایسا چھپایا ہے کہ سرسری نظر سے سمندر کی اصلیت کا مشاہدہ نہیں ہوتا مگر سمندر کی ہستی میں شک نہیں۔ اسی طرح جین پر ماتما اپنے آپ میں بھرپور عام اور سرسری نظر سے مستور ہو رہا ہے۔ بوقلمون خیالات اور گونا گون صفات طرح طرح کے نام اور قسما قسم کے کام ذات احد یعنی شدہ نرد کارا دویت یورن دیو پر ماتما پر نمایاں ہو کر حجاب ذات ہو رہے ہیں۔ در نہ سوا ان کے نہ کوئی کثرت ہے نہ پردہ۔ نہ آقا ہے۔ نہ بردا۔ اور طرفہ یہ ہے کہ چونکہ سمندر کی لہر سمندر میں ہے۔ کوئی غیر چیز مثل پردہ سمندر پر نہیں ڈالی گئی۔ بلکہ سمندر اپنا پردہ آپ ہے۔ جب آپ ہی آپ ہے تو پھر سمندر سے جدا نہیں۔ جب ایک ہے تو پردہ نہیں اسی طرح بشمار حالات و نمائش کا مجموعہ جگت برہم ہے۔ اپنی آرائش و نمائش سے آپ کو آپ چھپا کر آپ پر آپ فریفتہ ہوتا ہے۔ اور جب آپ کو پہچان کر آپ میں سماتا ہے تو کہتا ہے کہ غیر تہ نہ تھی۔ پر ذات تھی۔ خودی نہ تھی۔ پر ذات تھی۔ نقاب نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ جگت نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ وہم نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ شک نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ بندہ نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ آقا نہ تھا۔ پر ذات تھی۔ یہ بے پردہ ذات کا مشاہدہ ہے جیسے زیور کا نام روپ سونے یا چاندی کو چھپاتا ہے یا جیسے ہتھیرا روں کا نام روپ لہے کی ذات کو چھپاتا ہے اور یا جیسے شہروں اور قصبوں کا نام روپ زمین کی ذات کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح کثرت یا جگت کے نام روپ برہم کی ذات کو چھپاتے ہیں۔ جگت کے نام روپ کو اٹھا کر برہم کو دیکھنا بے پردہ ذات حق یعنی ست سروپ پر ماتما کا مشاہدہ کرنا ہے۔

ہممت۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ ذرہ میں کل ذات ہے۔

عارف۔ واہ وا کیا عجب حالت کا بیان ہے۔ صاحب دلوں کے دل کا شان

ہے عاشقان حق کا یہی ایمان ہے۔ پس میری جان اس لفظ دلربا پر قربان ہے۔ ذات ہی ذات کا نظارہ ہے۔ ہر رنگ میں ہر رنگ میں ہر ڈھنگ میں چمٹکا رہے۔ خیال کا ایسی ذات میں سمانا لطف یزدانی اور حالت سُبجانی ہے۔

غزل

حُسنِ خویش از روئے خواباں آشکارا کر دے پس بچشمِ عاشقانِ خود را تماشا کر دے
جرعہ از جامِ عشقِ خود بخاکِ افگندہ ذوقِ غزلِ راجنونِ شیدا کر دے
پر تو حُسنِ نہ گنجد در زمین و آسمان در حریمِ سینہ حیرانم کہ چوں جا کر دے
کردہ جامی گم اندر عشقِ راہ در ستمِ خویش آفریں بادا بریں بہت کہ پیدا کر دے

غزل

بے خود ہو گر پھر نہ خدا ہو تو جانئے بندہ خدا سے دم نہ جدا ہو تو جانئے
دعوئے کرے جو عشق کا منصور کی طبع سولی او پر بھی جا کے پڑھا ہو تو جانئے
کعبہ میں جا کے حاجی ہوا کیا عجب ہوا آئینہ دل دوی سے صفا ہو تو جانئے
پہلے مرے جو موت سے مرد خدا ہے وہ دُنیا میں آ کے پھر نہ گیا ہو تو جانئے
القصد اے ہمت اپنے سر و پست چیت آند کو پہچان کر اُس میں آتھی پاؤ۔ اور دنیاوی کاروبار سے لغزش نہ کھاؤ۔ تمہاری ذات میں نہ دُنیا ہے
نہ دنیا کا سامان۔ نہ رنج ہے نہ رنج کا نشان۔ صرف بے علمی سے یہ ہنگامہ
نظر آ رہا ہے۔ جب گیان کا چشمہ دل کی آنکھ پر چڑھا کر دیکھو گے تو سوائے
ذاتِ حق کے کچھ نظر نہیں آدینگا۔

ہمت نے کہا۔ دنیا عجب شعبہ ہائے ہے۔ ہر ایک اس کی غلامی کا طوق
اپنے گلے میں رکھتا ہے۔ اور اس کی خوشنودی و آرزو کے پورا کرنے کا دم
بھرتا ہے۔ مگر افسوس کہ کسی کا پیمانہ آرزو پر نہیں ہوتا۔
عارف نے دنیا کو لڑکوں کا کھیل بنا کر دکھایا اور کہا۔

غزل

کوئی سودائی ہے دہن کے پیچھے کوئی ہے اقبال کا دیوانہ
 کوئی ہے پندت کوئی ہے عالم کوئی کہے ہے میں ہوں سیانا
 کسی کو اکل و شرب نے گھیرا کوئی ہے دیوانہ ماہ حبیب
 عجیب طرح کا طلسم پھیلا عجب ہے دنیا کا کارخانہ
 کہیں ہے ہو ہو کہیں ہے مانا۔ نہیں ہے ماتم کہیں ہے شادی

ہر ایک پتلی کا ناچ دیکھا طرح طرح کا سنا ترانہ

لڑکوں کا کھیل

واہ کیا خوب دنیا کا نمونہ ہے۔ کوئی مجسٹریٹ بن کر بیٹھا ہے۔ کوئی سپاہی کے
 لباس پہنے ہے۔ چند پولیس کا سٹبل ایک لڑکے کو پکڑ کے لائے ہیں۔ بچارا
 خوف کا مارا کانپ رہا ہے۔ مجسٹریٹ نے لٹکا کر کہا ”کیوں رے تم نے
 چوری کی۔“

”نہیں چور مجھے جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔“ دن کو رات بنا کر سب لڑکے
 سو گئے تھے جبکہ چور نے چوری کی تھی۔ ایک لڑکے نے کتہ بن کر چور کو
 بھونکنا شروع کیا مگر چور بھاگ ہی گیا۔ اور دور کسی جھاڑی کی آڑ میں مال
 کو دفن کر دیا۔ کتے کے بھونکنے پر گھر کے مالک جاگ پڑے۔ اور اپنے
 مال کا نقصان دیکھ کر زور سے چلائے ”ہائے ہائے ہائے“ کوئی نامزد لوٹ
 لے گیا۔ احمد اجاگو۔ محمد اجاگو ”اتنے میں کل کے کل پڑوسی جاگ اٹھے۔ اور
 اپنے پڑوسیوں کی تیمارداری کرنے لگے چند آدمیوں نے دوڑ کر تھلنے دار
 کو ریپٹ پہنچائی۔ تھانہ دار معہ چند سپاہیوں کے موقع پر آ پہنچا۔ اپنی
 گرفتاروں کے بعد تحقیقات شروع کی کھوجی نے کھوج نکالا مال برآمد ہوا
 اور چور پکڑا گیا۔ وہ چور اب عدالت میں موجود ہے۔ اور اپنے جرم سے
 انکاری ہے۔ مجسٹریٹ نے بعد لینے ثبوت کے حکم دیا کہ ایسے بد معاش کو
 دس سال بندی خانہ میں رکھ کر سخت سزاؤں سے اس کی طبیعت کی اصلاح

کی جاوے۔ اگر اپنی سابقہ عادات اور خصال کو ترک کر دیوے تو راکر دیا
 جاوے۔ ورنہ جان سے مار دیا جاوے۔ یہ حکم سن کر نیم دو تونے پکڑ کر جہان سے
 جیخانہ میں ڈال دیا۔ بے چارہ اپنے کئے کی سزا پارہا ہے۔ خود چور بن کر
 بیت کہا رہا ہے۔ کوئی پاس تک نہیں آتا کوئی چھوڑانا نہیں چاہتا
 واہ وا کیا لڑکوں کا کھیل ہے۔ جھوٹ میں بیج کا اور بیج میں جھوٹ
 کا میل ہے۔ بعینہ دنیا کا فسانہ ہے اور انسان کی عقل کا بیمانہ ہے۔
 دنیا عجب کھیل ہے مگر غفلت کا اس قدر زور ہے کہ کل کے کل اس
 کھیل پر مبتلا ہو کر اصلیت سے محروم ہیں۔ کوئی صاحب دانش اس
 کھیل کو کھیل سمجھ کر رستی پر آتا ہے۔ اور آپ کو اس طلسمات کے داؤ
 بیچ سے بچاتا ہے۔ سبحان تیری قدرت جہاں جیسا سوانگ بنایا ہے
 وہاں ویسا ہو کر دکھایا ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ سوانگی پن بالکل بھول گیا ہے
 ماں فی الواقع لطف اسی میں تھا اگر سوانگی پنا یاد رہتا تو یہ لذت نہ ملتی
 اُس وقت اپنی سچی حالت میں رہ کر سچی لذت پس مگن رہتا۔ اب بھی
 جس کو اپنے سروپ کا گیان ہو گیا ہے وہ کل واہیات سے دامن چھوڑا
 کر اپنے تماشے کو آپ دیکھ کر مثل گل شگفتہ ہے۔ اور جس نے اپنی ذات
 احد کو فراموش کر رکھا ہے وہ دنیا کا کھلونہ ہو کر مثل مردہ ہے۔

نظم

جہاں میں کیا کیا خروکے اپنے ہر اک بجاتا ہے شادیاں
 کوئی حکیم اور کوئی مہندس کوئی ہو پنڈت کتھا بکھانے
 کوئی ہے عاقل کوئی ہے فاضل کوئی نجومی لگا کھانے
 جو چاہے کوئی یہ بھید کھولے یہ سب ہیں حیلے یہ سب ہانے
 پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں پنڈت کروڑوں دانانہر اسیانے
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے
 ہمت۔ گو یہ جہاں غفلت نشان بازی گاہ طفلان ہے مگر اس کے چچیدہ

طلم سے خلاصی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی ہے تو بیان فرمائیے؟
عارف۔ موت عجب حکیم ہے جو ایک لحظہ میں اس طلسم بادل کثرت کو
ہوا کر دیتی ہے۔

بیت
ہائے نادانی بوقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

کبیر جی نے کہا ہے۔

جس مرنے سے جگ ڈرے میرے من آئند
مرنے ہی سے پائے یورن پرمانند

اس پر ایک طوطی کی حکایت ہے۔ اگر کوئی شخص اُس طوطی کی طرح اپنے
اوپر حالت موت وارد کرے تو فوراً جیلخانہ جہان سے خلاصی پائے۔
ہمت۔ طوطی نے کس طرح بحین حیات موت کو اپنے اوپر وارو گیا اُسکی
حکایت براہ عنایت سنائے۔

عارف۔ ملک ایران میں کسی ایک سوداگر نے ایک طوطی کو بڑے ناز
ونعم سے پرورش دیکر اپنے پاس رکھا۔ اور اُسے دن رات تعلیم دے کر لوٹنا
اور سمجھنا سکھایا۔ ایک دفعہ سوداگر کو بغرض سوداگری ہندوستان کی طرف
آٹیکا اتفاق ہوا۔ بوقت روانگی اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے مل
بلا اور اُن سے خدمات دریافت کر کے طوطی کے پاس آیا اور کہا۔ ”اے میری
پیاری طوطی میں کچھ عرصہ کے لئے ہندوستان جاتا ہوں۔ میری عدم موجودگی
میں میرے خدشگار ہر طرح سے تیری خدمت و نگرانی کریں گے۔ جس سے تجھ کو
کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ گو تیری جدائی میں میرا دل پریشان رہے گا مگر
کیا کروں امر لاچار ہی ہے اور جانا ضروری ہے تو بتا کہ میں تیرے لئے ہندوستان
سے کیا تحفہ لاؤں؟“ طوطی نے جواب میں کہا کہ ”حضرت آپ کی مہربانی
سے مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نہ سر پر ٹوپی پہن سکتی ہوں
اور نہ پاؤں میں جوتی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ہاں میرا ایک پیغام لے جانے کی

اگر آپ تکلیف کو ارا فرا دیں تو بے جا دیں۔ سوداگر نے کہا۔ کہو بھد خوشی میں
 تیرے پیغام کو لے جاؤنگا۔ اور خاطر خواہ جواب لے آؤنگا۔ طوطی بولی کہ آپ
 ہندوستان جنت نشان کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں آپ کو میری
 بہنیں لینگی۔ اُن کو میری طرف سے کمدیوں کہ میں تمہاری ایک بہن عرصہ
 کی تم سے بچھڑی ہوئی اس جگہ قید ہو کر تمہارے فراق میں دن رات تڑپ
 رہی ہوں۔ رہائی کا کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ تمہارے پاس آؤں۔ اور
 آزادی سے دن نبھاؤں۔ مگر تم سب کی سب ایسی بے وفا اور مطلب
 آشنا ہو کہ تم میں سے کوئی آج تک میری خبر کو نہیں آئی۔ سوداگر یہ پیغام
 لے کر روانہ ہوا اور ہندوستان پہنچ کر کچھ عرصہ اپنے کاروبار میں مشغول رہا
 ایک دن اتفاقاً براستہ جنگل چلا جانا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت پر
 چند طوطیوں کا ایک جھنڈ بیٹھا ہے۔ اُس وقت اُس کو اپنی طوطی کا پیغام
 یاد آیا اور دل میں کہا کہ چلو اس فرض کو بھی ادا کرتے چلیں۔ نزدیک جا کر
 کہتے لگا کہ ”اے ہندوستان کی طوطیو تمہاری ایک بہن ملک ایران میں
 میرے پاس موجود ہے۔ اور اُس نے تمہیں یہ پیغام دیا ہے۔ جس وقت
 سوداگر نے پیغام سنا یا۔ اُس کی آواز سن کر سب طوطیاں وہاں سے اُڑ گئیں
 مگر ایک طوطی پھڑکتی ہوئی پیچھے آ پڑی اور بے حواس ہو گئی۔ سوداگر اس
 نظارہ سے سخت حیران ہو کر دم بخود رہا۔ چند منٹ اس حالت میں گزار کر
 اُگے روانہ ہوا۔ اور چند دنوں میں ہندوستان کے کاروبار کو ختم کر کے اپنے
 گھر واپس آیا۔ اول ہر خویش و اقربا سے ملاقی ہوا اور اُن کے دل کو ہندوستان
 کے چیدہ و بسندیدہ حالات سنا و تحفہ تحایف دے کر خوش کیا۔ پھر اپنی پیاری
 طوطی کے پاس گیا۔ اور گزشتہ کل حال دریافت کرنے لگا۔ طوطی نے بہر توقع
 اپنی خوشنودی ظاہر کر کے پوچھا۔ سنائے میرے پیغام کا بھی کچھ جواب ملا؟
 سوداگر جواب میں خاموش ہو رہا۔ طوطی نے پھر کہا کہ جو کچھ آپ کو میرے پیغام
 کا جواب ملا ہو براہ مہربانی موبو ہو یاد کر کے سنائیے۔ اور میرے دل کا خدشہ

مٹائے۔ سوداگر نے کہا کہ اے طوطی تیرا پیغام تیرے بہنوں کو سنا کر میں نے
عجب حیرت انگیز نظارہ دیکھا ہے۔ طوطی بولی وہ کس طرح؟ سوداگر نے کہا
جس وقت میں نے تیرا پیغام پہنچایا اُس وقت ایک درخت پر کئی ایک
طوطیاں بیٹھی تھیں۔ میری آواز سن کر سب اڑ گئیں مگر ایک اُن میں سے
نیچے گر کے مر گئی۔ یہ بات سن کر وہ طوطی بھی بے حس و حرکت ہو کر گر پڑی
اور لوٹ پلوٹ ہو کر مُردہ و شش ہو گئی۔ سوداگر اس واردات کو دیکھ کر پہلے
سے بھی زیادہ حیران ہوا۔ اور رونے اور افسوس کھانے لگا۔ کہ مائے ہائے
میری پیاری طوطی یہ کیا خبر سحرا تر تھی کہ جس کو سنتے ہی میری پیاری
جان سے بیجان ہو گئی۔“ تھوڑی دیر بعد سوداگر نے بیچرے کا دروازہ کھول
دیا۔ طوطی دروازہ کھلا دیکھ کر باہر نکل گئی اور اڑ کر ایک محل پر جا بیٹھی۔
سوداگر۔ اری اب بے وفا طوطی تو بڑی مکار اور ریاکار ہے کہ مجھے دھوکا دیکر
اڑ گئی۔ تجھے مجھ سے کیا دکھ تھا۔ ہمیشہ تیری خاطر و تواضع ہوتی رہتی تھی۔
تازہ دودھ پینے کو اور تازہ پھل کھانے کو ملتے تھے۔ حیف ہے کہ تو نے ایسی
محبت و نعمت کی کچھ قدر نہ کی۔

طوطی بیشک میں آپ کی توجہ و محبت کی از حد مشکور ہوں۔ مگر اس بیچرے
کی قید مجھے ہمیشہ ستاتی تھی۔ جس وجہ سے میں ہمیشہ یہی چاہتی تھی کہ کسی کسی
طرح اس سے رہائی ہو۔ اور یہی پیغام میں نے آپ کی معرفت اپنی بہنوں
کے پاس بھیجا تھا۔ جس کا جواب مجھے اُن سے یہ ملا کہ جب تک تو اے
طالب نجات ترکِ حیات نہیں کوئگی۔ تب تک اس بندی خانہ سے خلاص
نہیں ہوگی۔ لہذا میں اب مر کر رہا ہوں۔ گویا مجھ کو نئی زندگی ملی ہے
چونکہ آپ میرے مرتبی ہو اور آپ نے میرے ساتھ بہت سلوک کیا ہے اس
واسطے میں آپ کو بھی یہی ہدایت کرتی ہوں۔ کہ آپ بھی ارادی موت کو اختیار
کر کے ترکِ خودی کریں۔ جس سے آپ کو ذاتِ پاک کا وصال نصیب ہو اور
کنشاکش دنیا سے نجات ملے۔

دو ما
مرنا مرنا جب تک کہ مرنے نہ جائے کوئے
رہے من ایسے مر چلو پھیر نہ مرنا ہوئے
غزل

خود می کو دور کر دے خدا کو پا کر خود تو
جو نفس اتارہ کی صحبت میں تو بھٹیکا ایل
وہ کر لے جلد جس سوئے کو یہاں رکھتے بھیجے
تماشوں میں نہ ہو غافل سدا رہینگے ایسے ہی
مجازی صاحبوں سے جس طرح ڈرتا ہے تو ہر دم
نہیں مانگا تو باتیں منو ہر میری گر دل سے

تو سر پر ماتھہ و دھڑکے بہت چلائیگا خود تو

ہمت نے کہا سرد ما لو اور اسرو ما یعنی خدا پرست و کافر کی موت کے وقت
کیا حالت ہوتی ہے آیا اصل حق ہو جاتے ہیں یا کس طرح ؟
ہمارے نے فرمایا کہ تمہارے سوال کا جواب مفصلہ ذیل زبان دیگا۔

اصل حق ہونے کے لئے گئیانی اور اگئیانی یعنی نیک و بد کو موت کی مسافت
طے کرنی پڑتی ہے۔ مگر گئیانی کے لئے یہ رستہ بہت لمبا اور مشکل ہو جاتا ہے
اور گئیانی یعنی نیک آدمی کے لئے نہایت سہل اور آرام بخش۔ جیسے دو مسافر
منٹگرمی سے لاہور روانہ ہوں۔ ایک اُن میں سے دولت مند اور صاحبِ قبیل
ہے جو اپنی مسافت قطع کرنے کے لئے کافی سامان رکھتا ہے یہ شخص کچھ
حصہ اپنے زر کا خرچ کر کے ریل گاڑی کے درجہ اول میں سوار ہو کر فوراً
منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرا بے سرو سامان ہونیکے درجہ سے پایا
روانہ ہوتا ہے مگر افسوس کہ اُس شخص کے پاس یہ آرام پیادہ جانی کا سامان
بھی کافی نہیں بلکہ یہاں تک غریب اور محتاج ہے کہ پانوں میں جوتی نہیں۔
اور سر پر ٹوپی نہیں۔ جنگل کی گھاس اور پتوں پر گزارہ کرتا ہے۔ ایسے شخص کے
لئے لاہور پہنچنا سخت دشوار ہے۔ بلکہ اُس کو راستہ ہی میں گمراہ

ہونے یا مرجان کا خطرہ ہے۔ اسی طرح سے ملک موت کے دو طرح کے مسافر ہیں ایک نیک جو نیکی اور یاد خدا کا کافی سامان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور جس سامان کی طفیل وہ شخص آرام و سہولیت موت کو ملے کر کے حق سے واصل ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا یعنی دنیا پرست (بدی سے دہن جمع کر بیٹوالا) برخلاف اس کے بے سرو سامان ہے کیونکہ وہاں یہاں کی دولت و شہرت اُس کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتی بلکہ اُسے اس جگہ سے خالی ہاتھ نکلنا پڑتا ہے۔ ملک موت میں اس بہان فانی کی دولت اور سکے رائج نہیں۔ وہاں نیکی کی دولت اور پر بھونام کا رسکہ چلتا ہے۔ پس جن کے پاس یہ دھن موجود ہے وہ اُس ملک میں امیر اور دولت مند ہوتے ہیں۔ اور جو اس دولت سے بے بہرہ ہیں وہ کوکال اور محتاج رہ کر سخت تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہر انسان ملک موت سے گزرنے کے لئے اپنے پاس کافی سامان جمع کرے۔ ورنہ آخر کار خون کے آنسو رو کر پچھتا ئیگا۔ اور دست افسوس اپنے سینہ پر دھر کے یہاں سے جائیگا۔ موت صرف یہی نہیں ہے کہ خاکی وجود کا نیست و نابود ہو جانا بلکہ جب تک اس جو لطیف کو جس کو روح یا جیو آتما کہتے ہیں کما حقہ دنیاوی غلاظت سے پاک و صاف کر کے ذات حق سے ملنے کے قابل نہ کرے تب تک موت کا عمدہ ختم نہیں ہوتا اور مطلب یہ نہیں آتا۔ جیسے آگ نہایت تیزی سے جل کر جسم کو خاک کرتی ہے۔ اُسی طرح سے موت نہایت سختی اور جبر سے روح کو پاک کرتی ہے۔

ہمت نے فرخندہ رو ہو کر کہا۔

قدرت کا دریا

بڑا بھاری دریا ہے سخت تیزی کا بہاؤ ہے نہ اُدھر کا کنارہ نہ اُدھر کا کنارہ۔ ہر طرف جل ہی جل کا نظارہ۔ ہر لہر عجیب ڈھنگ دکھاتی ہے۔ قدرت حق کا مشاہدہ کراتی ہے۔ واہ گرداب نے کیا چکر کھایا۔ تنکے کاٹیں

پتہ نہ آیا۔ سب غوطے کھاتے ہیں۔ کئی غرق ہوئے چلے جاتے ہیں۔ امواج کا اٹھنا اور سمانا عجیب حیرت انگیز نظارہ ہے۔ کوئی لہر آسمان تک جاتی ہے کوئی وہیں کی وہیں سماتی ہے۔ بل رے انسان کی عقل چکر کھاتی ہے۔ مگر کنارہ نہیں پاتی ہے۔ اس موقع پر سعدی کا سخن یاد آتا ہے جو تحت میں لکھا جاتا ہے

دریں دُور طشتی فرو شد ہزار کہ پیدانہ شد تختہ بر کنار
ایمان ایک جہاز سطح دریا پر گھوم رہا ہے۔ ہزاروں مسافروں کو اٹھائے پھرتا ہے۔ ہزاروں کو کنارہ قادر پر سٹلا آیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کو لے جائیگا۔ چلو اس کا آسرا پائیں یا امن و آرام دریا سے پار ہو جائیں جہاز کے سوار نہایت خوش اور فرخندہ نظر آتے ہیں۔ ادھما دھما آیا جہاز آیا پکڑو پکڑو۔ ہمت والے سوار ہو گئے۔ کم ہمت دیکھتے رہ گئے۔ بے ہمتوں کا افسوس ہاتھ ہی نہ پڑا اور پسندیدہ موقع ہاتھ سے گیا۔ بیچارے غم و افسوس سے چکراتے ہیں۔ وہم و گمان کی امواج پر سوار ہو کر پار ہونا چاہتے ہیں۔ پار ہونا کہاں دریا ہی میں غرق ہو جاتے ہیں۔ جو جہاز پر بیٹھ گئے وہ بسلامتی دریا قدرت کو عبور کر کے قادر سے ملے۔ جو پار کا کنارہ تھا جو ہر مریض کا چارہ تھا۔ جو ڈوبتے کا سہارا تھا۔ جو قدرت کا نظارہ تھا جو علم کی حد تھی۔ جو عقل کا مُبدا تھا۔ جو حیات کی ابتدا تھی۔ جو موت کا انتہا تھا۔ ایسے میں سما کر ایسے ہو جاتے ہیں۔ آپ کو کل میں اور کل کو آپ میں دیکھ کر فرحت بے اندازہ پاتے ہیں۔ واہ وا کیا عجیب حالت جہاز کی صحبت سے نصیب ہوئی۔ سب دوکھوں کا علاج ہوا دکھ درد ٹل گئے۔ آئندہ ہی آئندہ باقی رہا۔ قدرت کا نظارہ قادر سے ملانے۔ قدرت قادر اور قادر قدرت ہو جاتا ہے۔ قدرت کے دریا سے پار ہونا ہی مشکل تھا۔ قادر کا ملنا مشکل نہ تھا جیسے دریا کا تیرنا ہی مشکل ہے کنارہ کا ملنا مشکل نہیں۔ پس اے پیار قدرت کے دریا سے پار ہو کر قادر سے ملو۔ تھوڑی ہمت درکار ہے ذرہ

ہمت کرو جہاں مل جائیگا۔ دریا کے خطروں سے بچو گے۔ امن پاؤ گے۔ تازہ
سے تازہ خط اٹھاؤ گے اور شانتی کو بغل میں لے کر شانت ہو جاؤ گے۔
عارف نے کہا سچ ہے۔

ہمت۔ گیان کا حیرت انگیز بیان سنا کر میرے دل کو جمعیت کے تھکانے
پر لگاویں۔

عارف۔ کوئی شخص کسی ایک مطلب کے واسطے کسی بن میں گیا۔ جہاں اُس
کو ہر جانب سے فرحت و انبساط کا نظارہ ہوا یعنی جابجا بہار۔ کہیں سبز کہیں
آبشار۔ کہیں ترگس کہیں گل نار۔ ہر طرف گلزار۔ جابجا اشجار سرسبز سایہ و میوہ
دار۔ موجود نظر آئے۔ ناظر کے جی کہہ لائے اس طرح فرحت و آسودگی کو ساتھ
لئے۔ وہ شخص ایک ایسے موقع پر پہنچا کہ جہاں قدرتی جھرنوں سے سرور و
شفاف پانی نکل کر ایک تالاب میں جمع ہو رہا تھا۔ اُس تالاب کے ہر پہلو
پر پانی میں اُترنے کے لئے زمین مائے موجود تھے۔ ہر تشنہ لب و غلاظت
آلودہ کے لئے فرحت و اطمینان کا بوند تھے۔ یہ مسافر بھی تالاب کے ایک
پہلو پر استادہ ہو کر قعدہ و حیثیت زمین مائے دریافت کر کے لگا۔ تو معلوم
ہوا کہ اول یعنی اوپر کا زمین بالکل خشک ہے۔ دوسرے قدرے پانی اور
تیسرا پانی میں غرق ہے۔ چوتھے کا پتہ نہیں کیونکہ نظر سے غائب تھا مسافر
نے اُس نظارہ کو دیکھ کر فوراً اپنے کپڑے اتارے اور برہنہ بن ہو کر درخت
تالاب پر کمر ہمت باندھی۔ دوسرے زمین پر جب اُس غریب الوطن
کے چروں نے پانی کا سپریش کیا تو سپریش کرتے ہی بے ہوشی کا سا عالم چھایا
اور شوق تیسرے زمین پر اُترنے کا ہوا۔ تیسرے زمین پر اُترتے ہی ہستی
سے نیست اور خودی سے بیخود ہو گیا۔ نیچے جو تھا زمین ندارد بلکہ آب ہی
آب تا سطح تالاب مسافر بخود ہی سے تالاب کی تہ پر جا پڑا جہاں عجیب حالت
تھی۔ جہاں عجیب نظارہ تھا جہاں عجیب سرور تھا۔ وہاں مسافر کیا دیکھتا ہے
کہ ایک جواہرات سے مرصع زرین محل کے اندر نہایت آرام بخش پلنگ پر کہ

جس کی تعریف و توصیف گفت و شنید سے باہر ہے۔ ایک نازنین باتمکین لباس و زیورات فاخرہ سے مزین بیٹھی ہوئی میری منتظر ہے۔ جوں ہی اس مسافر کی اس پری پیکر سے چارچہپی ہوئی۔ ہمت فرصت و توقف نہ رہی فوراً گود کر محبوبہ سے ایک ہو گیا عاشق معشوق و طالب مطلوب ہو گیا۔ نہ خوف نہ خطر نہ صحرا نہ گھر۔ نہ شادی نہ غم نہ بیش نہ کم۔ نہ موت نہ حیات نہ نام نہ ذات نہ بخود اور خود بخود ہوا واہ کیا عجیب حالت تھی۔ جہاں کلام کم ہو جاتی ہے۔ اور عقل بھر تفکر میں غوطہ کھاتی ہے۔ یہ کیا حیرت انگیز بیان ہے۔ جو نشان سے بے نشان اور مکان کا مکان، انہی ہی اسکا نشان ہے۔ اور فہمید ہی اسکا مکان ہے جو سمجھے وہ اس کی حقیقت کو پائے۔ نادان کی یہاں رسائی نہیں۔ پس اے میرے پیارے ناظرین باتمکین براہ ہر بانی غور فرماؤ اور اس حیرت انگیز بیان کی حقیقت معلوم کر کے بخود دی و سرور ابدی کی بہانہ بناؤ

فرد

جام و صدف پی کے ہونا موش اے مرد خدا ہوش سے دنیا کے ہو یہ ہوش اے مروضہ عارف نے ہمت کا ماتھہ پکڑ کر کہا چلو نئی بہار سے دل بہلاؤں۔ قاور کو قدرت میں پاکر فرحت و انبساط کا تحفہ پادیں۔

نئی بہار

دیکھو ہر ایک پھول اپنے نرالے لباس کو پہنے چمن میں موجود ہے۔ کوئی سبز رنگ کے کپڑے رکھتا ہے۔ کوئی تیز و لباس سے ملبوس ہے کوئی سوکھی جاتہ در مگئے ہوئے ہے۔ واہ وا کوئی رنگارنگ سے زیب دے رہا ہے کوئی گلابی ہے کوئی سفید ہے۔ سبز گھاس نے کیا اطلس کا سا فرش بچھا رکھا ہے ہر ایک ٹہنی کے سر پر گُل کا مسکن ہے۔ ہر طرف پیارے کا نظارہ ہے۔ ہر ایک پریم بھری نظر سے دیکھ دیکھ متوارا ہے۔ آخاہ سورج کی کرنیں کیا کام کر رہی ہیں۔ ہر ایک گُل کو اپنے جلو سے دو بالاسن دے رہی ہیں۔ ہر طرف خوشی۔ ہر طرف آئند۔ ہر طرف طراوت۔ ہر طرف دل لگی تلافی کے لئے موجود ہے

آؤ بھائی ذرہ اس گلزار کی بہار مناؤ۔ ہر ایک پھول ابدی رنگ رکھتا ہے
 ہر ایک پھول میں ابدی لازوال خوشبو سہا رہی ہے۔ سونگھتے ہی بندگی سے
 خدائی ملتی ہے۔ یخودی چھا جاتی ہے اور خودی کا فور ہو جاتی ہے۔ اسے
 وہ عقل کہاں گئی اپنے پر وار نہت جاتی نظر نہ آئی۔ خواہشات کا انبوہ خیالات
 کا گردہ دم میں ہوا ہو گیا۔ شانسی کی ہوا چل رہی ہے۔ کیا خوشبو سے ملی ہوئی
 ہے یخودی کا بادل چھا رہا ہے واہ وارم جھم بوند اباندی ہو رہی ہے۔ ہر
 پھول نے موتیوں کا مار پین لیا ہے۔ بھنورے مستی میں آئے ہوئے ہیں۔
 بلبلیں گارہی ہیں۔ آٹھا مینا نے اور راگ الاپا ہے۔ طوطی توں ہی توں
 کی دھن لگا رہی ہے۔ ایک شخص نے لہرا کر کہا۔

غزل

تیری میرے پیارے یہ بانگی ادا ہے
 کہیں رومی ہے توں کہیں رنگی ہے توں
 پلایا ہے جب سے مجھے جام تو نے
 تیرے عشق کے بحر میں غرق ہوں میں
 تیری ذات تنزیہ ہے تشبیہ سے فارغ
 نظارہ تیرا آرام ہر جا پہ دیکھوں
 یہ نئی بہار ہے واہ کیا رس بھینی اوستھا ہے۔

ہمت۔ جبکہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے تو پھر کیوں یہ بے سود
 چاہ رزالت میں گر کر خواری اٹھاتا ہے۔ اور عذاب پاتا ہے۔ لہذا میں سخت
 حیرت میں ہوں۔ جلد کوئی اس کی رہائی کا چارہ کرنا چاہیے۔
 عارف نے انسان کے مخاطب ہو کر کہنا شروع کیا۔

عارف۔ اسے اد عقل کے اندھے اور کیسے کے پڑ اپنی حالت کو سنبھال
 توں نہایت کم بخت اور بے حوصلہ ہے کہ اپنے سرمایہ سے کما حقہ فائدہ نہیں
 اٹھاتا۔ اور دیدہ و انتہ اپنی شرافت کو گناتا ہے۔ ایک دفعہ گارگی نے

یا گو لک سے دریافت کیا کہ اس جہان میں کرپن یعنی کنجوس یا بد بخت کون ہے۔ تب یا گو لک نے جواب میں یہ کیا۔

سُرنی

لو دوائے تداکھ نگ گارگی اود تو اسمات لو کا سا کر پنا
 اُرتھ۔ ہے گارگی جو شخص اس آتم دیو یعنی اپنے آپ کو نہ پہچانکر اس سنسار
 سے چلا جاتا ہے وہ شخص کرپن ہے۔ کیونکہ خود شناسی حق شناسی ہے۔ اور
 یہی بات حدیث سے بھی ثابت ہے۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے پہچانا ہے آپ کو اُس نے پہچانا تحقیق اپنے رب کو
 مگر تیری عقل پر افسوس ہے۔ کیا بے بہا نعمتیں لے کر اس جہان میں آیا
 تھا۔ کان سننے کو۔ آنکھیں دیکھنے کو۔ زبان بولنے کو۔ عقل سمجھنے کو۔ فکر سوچنے
 کو۔ ماتھ کرنے کو اور پاؤں چلنے کو۔ مگر افسوس کہ نہ سُنا نہ دیکھا۔ نہ بولا۔
 نہ سمجھا۔ نہ سوچا۔ نہ کیا اور نہ چلا کُل کے کُل بیکا رہوئے عقل کا اندھا کیسے کا
 پر دیکھ کر لوٹیروں نے خوب لوٹا۔ ارے جن کو تو اپنا دوست وفادار تصور
 کر رہا ہے یہ تیرے جانی دشمن ہیں۔ کام کی صورت میں تیرے جت کو ہر لے
 جاتے ہیں۔ غصہ کی صورت میں تیرے دھیرج کا خون کرتے ہیں۔ موہ کی
 مورتی تیرے ویراگ کو چھل گئی۔ لوبھ تیرے سنتو کھ کو نگل گیا۔ خودی ہائے
 تیری بے خودی کو لے گئی۔ ارے اد عقل کے مالک خبردار ہو! خبردار ہو!
 اٹھ اپنی ذات کو پہچان۔ کیوں غفلت کی نیند میں پڑا پڑا ماتھ سے موقعہ
 دے رہا ہے۔

انسان نے عرض کی کہ مجھے من یعنی نفس امارہ نے اپنی حالت سے گمراہ کیا ہے
 اس کا تدارک فرمایا جاوے۔

عارف نے مجھٹ پٹا نہ لباس پہن کر فوراً من کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا
 من گرفتار ہو کر حاضر آیا اور کہنے لگا کہ صحبت جسم سے مجھ میں شرارت پیدا ہوئی

ہے۔ ورنہ میں اُس ذات کا پرتو ہوں کہ جس میں کسی قسم کی بدی یا مخالفت کی
سمائی نہیں۔ مجسٹریٹ نے سب کے بیانات سن کر یہ فیصلہ دیا۔

فیصلہ

دل کی دو صندوقیں ہیں ایک کا نام سمرتی اور دوسری کا نام وسمرتی ہے
سمرتی ناما صندوق کے بشمار خانے میں اور وسمرتی میں کوئی خانہ نہیں
بلکہ خالی کی خالی ہے۔ ہمارا جو دل خواہش کے موافق کسی کو سمرتی اور
کسی کو وسمرتی کے صندوق میں ڈالتا ہے۔ جس کو اپنے قبضہ میں رکھ کر
پھر نکالنا ہوتا ہے اُس کو سمرتی میں رکھتا ہے۔ اور جس کو اپنے خانہ سے
بدر کرنا ہوتا ہے۔ اُس کو وسمرتی میں رکھتا ہے۔ دل اردلیان حواس
ظاہری و باطنی یعنی اندر سے اور اٹھکر ان کے ذریعہ ہر ایک شے مطبوع
یعنی ارشٹ یا نامطبوع یعنی انشٹ کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے۔ اور مذکورہ
بالا دو صندوق میں سے کسی میں ڈالتا ہے۔ سمرتی کے صندوق میں رکھے
ہوئے خیالات کو حسب موقع نکالتا رہتا ہے جن پاک دلوں کو سچائی اور
صفائی سے محبت ہے اور شدھ چندانہ پرماتما کے پریم سے متوار ہیں
وہ کل پاکیزہ خیالات از قسم اوصاف حمیدہ یعنی دیوی سنبدا۔
افعال نیک یعنی شبہ گرم معرفت حق یعنی گیان۔ محبت بذات حق یعنی
دھیان۔ بخود ہی یعنی سہادھی وغیرہ وغیرہ سے اپنے صندوق سمرتی کو پُر
کرتے رہتے ہیں۔ اور دُنیادی خیالات یا سنسکاروں کو جو اندر سے
دوار اندر آتے ہیں۔ فراموشی کے صندوق میں ڈال دیتے ہیں۔ کہ جہاں
سے وہ پھر نہ نکل سکیں۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے جاہِ عدم میں رہیں۔ اور جو پاک
دل ہیں وہ برخلاف عمل کرتے ہیں یعنی دُنیادی یا سنسارک خیالات کو
سمرتی میں رکھتے ہیں۔ اور پرماتما تک خیالات کو بھول جاتے ہیں اور دکھ
پاتے ہیں۔ کیونکہ اگر نیک خیالات کو سمرتی کے صندوق میں رکھا جائے۔
اور بد خیالات کو وسمرتی کے صندوق میں تو دنیا میں کوئی معجب رنج و

آزاد نہیں مگر دل غلطی سے بوجہ صحت بد قدرتی انتظام کے برخلاف عمل کرتا ہے جو باوجود موجودگی اس قدر سامان فرحت و انبساط کے بھی دکھ پاتا ہے اور تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ اگر اب بھی حل اپنے خیال کی روانی کو پھیر لے اور صاحبِ دلان یعنی مہاتما پرستوں کی صحبت میں آوے۔ سردنا اور پریم سے اُن کے سُخنان کو سُنے اور اُن سُخنان کے ذریعہ اپنی بہرتی کے صندوق سے کل دیرینہ غلاطت کو جو بصورت خیالات جمع ہے نکال نکال کر و بہرتی میں ڈالتا جاوے اور بہرتی میں تازہ تازہ اور نئے نئے خیالات متعلق صداقت و حقیقت یعنی سچائی اور دھرم۔ معرفت حق و خود یعنی برہم آتم گیان وغیرہ جمع کرتا جاوے تو چند روز میں دُرست ہو کر نئی بہار دکھائی دے گی۔ آپ کو اور اپنے حاشیہ نشینوں کو انہرت بھری تاثیروں سے موثر کر کے حق سے ملائیگا۔ یہ قدرتی صندوقیں ہر ایک دل کو قدرت سے ملی ہوئی ہیں انہیں کے ذریعہ کل کام سرانجام پاتا ہے۔ پس ان صندوقوں کا انتظام بروئے عقل یعنی وچار کرنا ہر ذی روح پر واجب ہے کہ جس سے یہ اعلیٰ طاقت معدن آرام و جمیعت ہو کر سرور سرمدی دیوے۔

ہمت نے کہا کہ من کو لذات نفسانی و جذبات شیطانی سے فارغ کرنے کے لئے کافی تدارک مطلوب ہے۔ عارف نے جواب دیا جب تک جیو بذریعہ برہم و نگل اپنی میں حقیقی طاقت پیدا نہ کرے تب تک من کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہمت نے عرض کی کہ برائے مہربانی اس برہم و نگل کو مفصل بیان فرمائے۔ عارف نے برہم و نگل کا عکس کھینچ کر ہمت کے سامنے رکھ دیا۔

برہم و نگل

پہلو ان کشتی کر رہے ہیں۔ کسی ایک لوجوان کو بھی انہیں دیکھ کر کشتی کرنے کا شوق آیا ہے۔ وہ لڑکا اُن پہلو اڑوں کے پاس آکر بہ پرارتھنا کرنے لگا کہ مجھے پہلو اڑو۔ ہے اُستاد۔ ہے جو اُخردو۔ اور ہے اپنے سمور کی رکھیا

کرنے والوں میں آپ کی سرن آیا ہوں مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر دنگل کرنا
 سکھلا دیں کہ جس سے میں اپنے جسم میں طاقت بڑھا کر حظ اٹھاؤں اور
 تمہارے ایکار کے گن گاؤں۔ اُن پہلوؤں نے لڑکے کی بات سُن کر کہا
 شاباش شاباش! تو دھن ہے! تو دھن ہے! کہ مجھے اس قسم کا شوق
 پیدا ہوا ہے۔ اگر حقیقت تیرا شوق سچا ہے اور تو ایسے چاہتا ہے کہ
 میں پہلوان ہو جاؤں تو تو اول روزمرہ بلاناغہ وقت میں عینہ پر اس جگہ اگر
 بیٹھا کر اور ہمیں کشتی کرتا دیکھا کر وہ لڑکا اُسی طرح کرنے لگا۔ جوں جوں
 اُنہیں کشتی کرتا دیکھے توں توں اُس کے دل میں شوق بڑھتا جاوے۔
 اور دل میں کہے کہ وہ مبارک دن کون ہو گا جبکہ میں بھی ان پہلوؤں
 کی طرح بڑی ہمت و طاقت سے دنگل کروں گا۔ کچھ دن گزرنے پر اُن پہلوؤں
 نے اُسے کہا کہ اب تو اپنے بدن کے کپڑے اتار دے۔ اور ایک لنگوٹ
 باندھ کر ہمارے اس اکھاڑے کی مٹی اپنے بدن پر ملا کر۔ وہ لڑکا اُسی طرح
 سے کرنے لگا۔ جیوں جیوں وہ مٹی اُس کے بدن سے مٹی تیلوں اُس کے
 دل میں پہلوانگی کی خواہش بڑھنے لگی۔ کتنے روز وہ لڑکا اسی طرح کرتا رہا۔
 بعد اُن پہلوؤں نے فرمایا کہ اب تو اس اکھاڑہ میں لیٹا کر۔ لڑکا اُن کے
 فرمان کے بموجب کئی روز تک وہاں لیٹا رہا تب پہلوؤں نے کہا کہ جب
 ہم کشتی سے فارغ ہو جاویں تو ہمیں لتاڑا کر کوئی دن پہلوان یہ خدمت اُس سے
 لیتے رہے جس خدمت کے وسیلے اُس لڑکے کا وجود اپنے استاد کے وجود سے
 مل کر اُن کی پہلوانگی کی تاثیریں اپنے میں لینے لگا۔ اُس کے بعد اُن پہلوؤں
 نے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں کے ساتھ بھڑنے کو حکم دیا۔ کبھی اُس لڑکے
 کی ٹانگ کو ضرب لگتی اور کبھی بازو ٹوٹ پڑتا مگر وہ لڑکا بھڑنے سے باز
 نہیں آتا۔ کیونکہ اُس کے دل میں پہلوانگی کا شوق از حد تھا۔ الغرض وہ لڑکا
 اپنے شوق اور استادوں کی ہدایت پر عمل کرتے سے کچھ عرصہ کے بعد نامی گرامی
 پہلوان ہو گیا۔ اسی طرح آتم ندھیاسن سبھی میں کئی ایک ابھیاسی پُرسشوں

کو ابھیا س کرتا ہوا دیکھ کر کسی ایک دور کے شخص کو اپنے جنم کا اودھ مار دل نشین
 ہو کر ایشور کا بھجن۔ ایشور کی پر راتھنا۔ ایشور کا دھیان۔ اور ایشور میں محبت
 کا شوق پیدا ہوا۔ وہ نیا شخص جو بمثل ایک لڑکے کے ہے اُس بھیا میں اگر
 اس قسم کی پر راتھنا کرنے لگا۔ کہ ہے بھگون۔ ہے ایشور پرائن پرائن۔
 ہے مہاتما اور ہے جگت میں آپکار کر نیکے لئے اوتار لینے والے۔ میں انجان
 ہو ڈھ متی آپکی سرن آیا ہوں۔ آپ کر پاد رشتی دھار کر مجھے ست سروپ ماتا
 کا درشن کرادیں۔ اور ساتھ ہی وہ سادھن بتلا دیں۔ جس سے میرا چت ایکاگر
 اور شدھ ہو کر پورن دیو پر ماتا میں نچل اترھتی پاوے۔ اُن مہاتماؤں
 نے بڑے پرشن ہو کر کہا کہ ہے پیارے نو دھن ہے۔ کیونکہ اس سنسار میں
 پر مارتھک دستو کا پریم ادتیت ہونا بڑا درلھد ہے۔ اور ادتیت ہو کر قائم
 رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر توں یہ چاہتا ہے تو توں ہمیشہ ہمیں بھیا میں
 بیٹھ کر دیکھا کر اور ساتھ ہی پر بھو پر ماتا کا سرن کرتا رہا کر۔ کہ جس سے شدھ
 اور پورا دستھ کی پراپتی ہووے کچھ روز گزرنے پر جبکہ اُس جگیا سی کا شوق
 بڑھتا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بھار پوی اکھاڑے کی مٹی کپڑے اتار کر ملا کر
 یعنی اس بھیا کی ٹہل کیا کر۔ اس کے بعد اُس اکھاڑے میں لیٹنے یعنی آسن
 جما کر بیٹھنے اور دل لگا کر سخان کو سننے کی اجازت ہوئی۔ جس عمل کے بعد اُس
 پرشن کو مہاتماؤں کے وجہوں کا سننا اور اُن پر پیچے دل سے ایمان یا یقین
 لانا اور یقین لا کر اُس کے مطابق چلنا حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ پہلوان
 روپی مہاتما اُس لڑکے کو اپنے ساتھ لیکر ایسی کشتی کرتے ہیں کہ وہ لڑکا بھی
 اُس پہلوان کی سے مالا مال ہو کر چت کی ایکاگر تا چت کی نرودھتا۔ چت کی
 پر سننا۔ برہمہ دیکھے اترھتی۔ پورن آند۔ پورن شنائی۔ سرب و کاروں اور
 سوگوں کا ناش پراپت کرتا ہے۔ سروپاپ کے ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت منگل
 اور آند کی لہریں اُٹھ رہی ہیں۔ ہر ایک پدارتھ سے پیارے کا درشن ہو رہا
 ہے۔ سنسار کا کہیں نام نہک نظر نہیں آتا۔ جیسے سورج کے نکلنے سے اندھیرا

نشٹ ہو جاتا ہے۔ تیسے آتم بندھیاسن سے اس سنسار کی جو سر و کلیشوں اور
 پاپوں کا مول ہے۔ سچ کنی ہو جاتی ہے۔ پس اسے پیارے مانٹس سریر کے
 دمارن کرنے والے اور سر و مخلوقات سے سر شپٹ آپ اپنی سر شپٹا کے محل
 رکھنے کے لئے ایسے افضل اور آتم دھرم کو عمل میں لاویں اور تمہاری ہمت
 کرنے پر پڑ ہو پر ماتما بھی تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے سہا یک ہو کر
 تمہیں دن بدن ترقی کرنے کی ہمت بخشینگے اور اگر تم خود ہی سست ہو رہو
 گے تو پھر تمہارا اٹھنا محال ہے۔ خود ہی ہمت کرو یہ کل تم میں ہے۔ اور تم
 کل میں ہو جان کی جان اور دل کے دل ہو۔ اپنی سستی سے متوارے رہو
 دنیا جھوٹی ہے اس سے کنارے رہو۔ یہ برہمہ و نکل ہے۔ سورہ یون کی فتح
 کا منگل ہے۔ ہمت نے سالک کا لباس بدل کر عارف سے دست بستہ
 التجا کی کہ برائے نوازش وہ ہدایت فرمائے جس کو سن کر میرا دل رشتہ الفت
 قطع کر کے محویت بذات حق حاصل کرے۔ عارف نے کہا مختصر طور پر کرشن
 گیتا کا اپدیش کرتا ہوں گوش ہوش سے سن۔

گیتا سار

جبکہ کوروں اور پاندؤں کی بے اندازہ فوجیں باہم جنگ کرنے کے لئے دھرم
 کھیت میں جمع ہوئیں اُس وقت ارجن نے اپنے رتھ کو ہرودا فوج کے ماہرین
 استاودہ کرا کے ہر اطراف پر اپنے رشتہ داروں کو دیکھا تب اُسکے دل میں
 الفت نے پیدا ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ اے ارجن اس وقت جن سے تم جنگ
 کرنے پر آمادہ ہوئے ہو وہ سب تمہارے بزرگ و متعلقین دوست ہیں۔ حیف
 ہے کہ دنیاوی وبے بقا خواہشات کے پورا کرنے کے لئے اپنے خاندان کو
 برباد کرنا چاہتے ہو جلد اس خیال سے باز آ جاؤ۔ اُس وقت ارجن نے اپنے
 کو چوان سری کرشن سے کہا کہ میرے رتھ کو پیچھے ہٹا۔ میں جنگ کرنا نہیں
 چاہتا۔ سری کرشن نے ایسے خوفناک وقت میں جبکہ ہر جانب سے بہادران
 جنگ کے لئے موجود تھے۔ پست ہمت ہونیکلی وجہ دریافت کی۔ ارجن نے کہا

کہ میں جھوٹی دے بنیاد سلطنت کی نہوں میں اپنے خاندان کی بیخ کنی کرنے میں فائدہ حقیقی نہیں دیکھتا۔ اس خیال سے میرے میں لڑائی کرنے کی تاب نہیں رہی۔ سری کرشن نے مسکرا کر ارجن سے کہا۔ کہ تم اُس کا فکر کرتے ہو جس کا فکر نہ کرنا چاہئے۔ لہذا تمہاری عقل اپنی حالت پر نہیں کیونکہ دانائیاں دور اندیش و عارفان حقیقت کیش کسی کے مرنے سے بجز فکر میں غوطہ زن نہیں ہوتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دراصل کسی چیز یا بشر کا کالعدم نہیں ہوتا بلکہ دور زمانہ سے تبدیل صورت ہوتی ہے۔ جس کا روکنا کسی کے اختیار میں نہیں۔ پس درالفت بیجا ہے۔ ارجن نے پوچھا۔ اے بھگون۔ مرض الفت کے پیدا ہونے کی وجہ ہے؟ سری کرشن جی نے فرمایا۔ کہ جو اس کو تعلق اشتیاقانی موجب الفت ہے۔ جس سے اس وجود میں رہنے والے روح کو سردی گرمی سکھ دکھ وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ تعلق اوپت ناش وان یعنی پیدائش فنا پذیر ہونے سے فانی ہے۔ اس لئے اس کی برداشت واجب ہے۔ جو اس کی برداشت کرنے والا ہے وہ رستگار ہونے کے قابل ہے۔ اے ارجن۔ فانی شے حق نہیں ہوتی اور حق فانی نہیں ہوتا۔ اور ہے بہارت آتما دائمہ قائم اور باقی ہے۔ اُس کا وجود سے تعلق عارضی اور فانی ہے۔ لہذا تو الفت کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو۔ ارجن نے کہا جبکہ ظاہر آتما مارتا اور مارتا نظر آتا ہے تو کس طرح سے سمجھا جاوے کہ آتما نیت ہے۔ سری کرشن نے فرمایا جو شخص اس آتما کو مارتا یا ماریو لا سمجھتا ہے وہ جاہل ہے۔ بہ نظر حقیقت یہ آتما نہ کسی کو مارتا ہے اور نہ کسی سے مارتا ہے۔ بلکہ دائمہ موجود ہے۔ جیسے انسان ایک کپڑے کو انا کر دوسرا پہن لیتا ہے۔ اسی طرح یہ آتما ایک وجود کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لیتا ہے۔ اس لئے ترک جسم سے غم عالم بیجا ہے۔ اے ارجن یہ نیت آتما ہتھیاروں سے زخمی نہیں ہوتا۔ اگن سے نہیں جلتا۔ پانی سے نہیں گلتا۔ اور ہوا سے نہیں سوکتا۔ کیونکہ لطیف باقی اور قدیم ہے۔ اور یہ آتما محسوسیت جو اس سے برتر ہے۔ اے ارجن بزول نہ ہو۔ دھرم پدھ سے تجھے سو رگ ملیگا۔

ارجن نے کہا مجھے سورگ وغیرہ کی خواہش نہیں۔ سری کرشن نے فرمایا تب تو تول استھت پرگ کا درجہ رکھتا ہے۔ ارجن نے پوچھا۔ استھت پرگ کس کو کہتے ہیں اور اُس کے کیا نشان ہیں؟ سری کرشن نے کہا کہ جس وقت انسان کل خواہشات کو ترک کر کے اپنی ذات میں سیر ہوتا ہے اُس وقت استھت پرگ کہلاتا ہے۔ دُکھ ملنے سے جس کو رنج نہیں ہوتا۔ اور سکھ کے وقت جو خوشی خوف اور غصہ سے فارغ ہے۔ وہ استھت پرگ مٹی کہلاتا ہے جو شخص کسی سے اُلفت نہیں رکھتا اور نہر حال راضی ہے۔ وہ شخص محویت ذات حق کا ذائقہ چشماں ہے۔ اے ارجن یہ اندریاں یعنی حواسِ خمسہ بڑی زبردست ہیں۔ کیونکہ دانشمندوں اور تدارک کرنے والوں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ لہذا طالبِ نجات کو چاہئے کہ اپنی اندریوں کو سب طرف سے کھینچ کر شُدھ چندانہ برہم میں لگلے رکھے۔ جو شخص دنیاوی آرام یا خوشیوں کے خیال میں رہتا ہے۔ اُس کے دل میں فانی اشیا کی حصول کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اُس خواہش سے غصہ نمودار ہو آتا ہے غصہ کے نمودار ہوئے سست نشاستروں اور سنگور کے سخنان بھول جاتے ہیں۔ اور اس فراموشی سے عقل گم ہو جاتا ہے۔ اور عقل کے نشٹ ہوئے خود نشٹ ہوتا ہے۔ من اور اندریوں کو قابو کرنے والا شانتی کو حاصل کرتا ہے جس وجہ سے اُس کے کل دُکھ فنا ہو جاتے ہیں جسکی اندریاں قابو میں نہیں۔ اُسکی بُدھی میں ست اُپدیش جا بیکیر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہ دھیان کر سکتا ہے ایسے شخص کے دل میں آرام یعنی شانت نہیں اور چٹ شانت بنا موکھ آندھا مل نہیں ہوتا۔ ہے ارجن عقل کی نیند میں سوئے ہوئے اکیانی جنوں کی جو رات ہے اُس میں جت اندر سے جاگتے ہیں۔ اور جو سب بھوتوں کی عالم بیداری ہے۔ وہ ت درشنی ٹیوں کی رات ہے۔

ہے ارجن جیسے سمندر میں سب طرف سے ندیوں کا پانی آپڑتا ہے۔ مگر بحرِ عمیق اپنی حد سے باہر نہیں آتا۔ اُسی طرح جس اہل دل کو ہر ایک قسم کی دُشے سکھ پر اپت

ہوتے ہیں مگر اُس کے دل میں کسی قسم کا وکار یعنی عیب پیدا نہیں ہوا۔ وہ شخص نجات حاصل کریگا۔ اور دوسرا جس کو لذات حواس کی خواہش ہے۔ محروم رہیگا ہے ارجن جو شخص خود غرضی و نفسانیت کو چھوڑ کر مروت کے کام کرتا ہے۔ اور فخر و انانیت سے پاک ہے۔ وہ شخص شانتی یعنی آرام کو حاصل کریگا ہے ارجن یہ برہم گیان کی نیشٹا یعنی حق یقین ہے۔ اس یقین والا کو کھ پد کو پر اپت ہوتا ہے۔ ارجن نے سوال کیا۔ کہ بے بھگون براے مہربانی مفصل فرمائیے۔ کہ گیان بہتر ہے یا کہ کرم؟ سری کرشن نے فرمایا۔ کہ جب تک انسان نیک افعال نہ ہو۔ تب تک گیان حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص ظاہر اکرم اندریوں کو روک کر میں سے لذات کا خیال کرتا ہے۔ وہ شخص بیوقوف و ریاکار ہے۔ ہے ارجن جو شخص ضبط حواس اور نفس کشی کرنے والا ہے۔ اور نتیجہ افعال سے فارغ ہو کر فعل کرتا ہے۔ وہ عارف و دانشمن ہے۔ پس اے ارجن خواہش لذات سے فارغ ہو کر اپنے ورن آسرم کے کرم کر۔ برہما جی کا حکم ہے۔ کہ یک یعنی مروت کے کام کرو جس سے تمہاری بہبودی ہوگی۔ ہے ارجن اُن سے کل مخلوقات پیدا ہوتی ہے اور اُن بارش کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ بارش یگوں سے اور یک نیک افعال سے ظموں میں سے ہیں۔ نیک افعال کتب مقدس میں ہیں اور کتب مقدس اکھیر برہم سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس پراو پکار یعنی رفاہ عام کے کام کر کے ذات محیط کل عالم یعنی پرا برہم پر ماتما کی خوشنودی حاصل کرو جو لوگ حکم اتھی کے برخلاف چلتے ہیں۔ وہ لوگ پیانی جیو اوروشے آشکنت ہیں۔ اُن کی حیات بے سود ہے۔ ہے ارجن۔ گوہم ہر ایک قسم کی خواہش سے فارغ ہیں تاہم کرم کرتے ہیں کیونکہ اگر ہم خود نیک افعال نہوں۔ تو عام لوگ کرم بہر شٹ ہو جاویں گے۔ اور دنیا میں حرام کاری پھیل جاوے گی۔ دیکھو ہر ایک رکان عالم یعنی سورج زمین وغیرہ اپنے اپنے کام پر تعینات ہو کر اپنے فرض کو نہایت خوبی سے ادا کر رہے ہیں۔ جس سے دنیا کا انتظام نہایت عمدگی سے چل رہا ہے۔ پس خود غرضی کو چھوڑ کر مروت عام کے کام کرنے مناسب ہیں ہے ارجن و دانشمند آپ کو حواس و افعال سے الگ جانا کر تکبیر سے فارغ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں

کہ ہر ایک جس اپنے اپنے فعل میں مائل ہے۔
چھند

بج و شیئ میں اندرے و تیں تانسوں ناہیں میرا سنگ
میں اندرے نہیں تم اندرے نہیں میں ساکھی کو شتھ سنگ
بھو گیں و شے کہ تیا گیں اندرے موہ کو لگے نہ رچک رنگ
یہ نیچا گیانی کایاں تے کرتا دیکھے کرے نہ انگ ۴ ۴

جو لوگ میرے اس اصول کو برحق تصور کرتے ہیں۔ اور کسی طرح شکایت
نہیں کرتے۔ وہ دانا ہیں۔ مگر اے ارجن جو اس کو مرغوب اشیا کی حصولی
سے خوشی اور نامرغوب اشیا کی حصولی سے رنج ہوتا ہے۔ اس لئے سالک
راہ خدا دانی کو ان کے زیر نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ انسان کے دشمن ہیں۔
ارجن نے سوال کیا۔ کہ مرض خواہش سے کس طرح رہائی ہو سکتی ہے۔ سری
کرشن نے جواب میں کہا کہ عقل کے روشن کرنے والے ایشور کو جان کر اور
حق الیقین کے ذریعہ کل وہم و گمان کو دفع کر کے اس بڑے زبردست دشمن
کام کو فتح کر دو۔ جو لوگ اُلفت خوف اور غصہ سے فارغ ہو کر پر ماتما میں چپت
لگاتے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ پاتے ہیں۔ پر ماتما ہر کس کو اُس کے عمل اور یقین کے
موافق نتیجہ دیتا ہے۔ لہذا نیک و بد اعمال کو بھوبی سوچ کر عمل میں لانا دانشمندی
ہے۔ ارجن نے عرض کی کہ گناہوں کے سمندر کو عبور کر نیکا کیا ذریعہ ہے۔ جواب
میں سری کرشن نے فرمایا کہ گیان یعنی معرفت حق اس سمندر سے پار ہونے کے لئے
نہایت پختہ جہاز ہے۔ اے ارجن جیسے آتش سوزاں لکڑیوں کو بھسم کر ڈالتی
ہے۔ اُسی طرح گیان کل افعال و مہمہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

سوال۔ گیان کس طرح سے ہوتا ہے اور نجات کس طرح سے؟

جواب۔ مادی کامل یعنی ست گور کے سُخناں پر یقین صادق رکھنے سے گیان
حاصل ہوتا ہے۔ اور گیان سے نجات۔ بر خلاف اُس کے جو شخص گور کے
وچنوں پر یقین نہیں لاتا۔ وہ شخص لوگ پر لوگ میں کہیں بھی شک نہیں پایا۔

سوال۔ ہے بھگوان گیان کی حصول سے انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟
 جواب۔ ہے ارجن جس کا گیان گیان کے ذریعہ رفع ہو گیا ہے۔ اُس شخص
 کا خیال عقل اور کل مطالب حق یعنی پریشور میں محو ہو جاتے ہیں۔ وہ شخص
 پریشور کو سر و پائی یعنی محیط عالم جان کر یکساں نظر رہتا ہے۔ اور راک ڈیکھ لینے
 اُلفت و رنج سے فارغ ہو کر ہمیشہ آند کے سمندر میں مگن رہتا ہے۔
 سوال۔ سیناسی کس کو کہتے ہیں؟

جواب۔ ہے ارجن جو شخص بلا غرض جو اس سے نیک افعال کو کرنے والا
 ہے۔ اور من سے دنیاوی خیالات کو ترک کر دینے والا ہے۔ وہ سیناسی یوگی ہے۔

چوپائی

بن پد چلے سنے بن کانا کر بن کم کرے بدہ نانا
 رسنا رت سنگل رس بگی بن بانی وکتا بڈ جگی

جس کو لذات حواس و ذریعہ لذات حواس سے رغبت نہیں رہتی۔ وہ لوگ
 اردو سنکلیپ سیناسی یعنی فقیر کامل حق سے وصل کلاتا ہے۔ یوگ اردو کو
 چاہئے۔ کہ خواہشات نفسانی و لذات جسمانی کو ترک کر کے تنہا ایک گوشہ میں
 صاف ستھری اور ہوا جگہ پر نرم آسن بچھا کر بیٹھے۔ اور خیال کو ذات کل میں محو
 کر کے یوگ ابھیاں کرے۔ اس شغل کے وقت عامل کو مناسب ہے۔ کہ
 جسم کو سیدھا اور قائم رکھے۔ اے ارجن جو شخص بہت کھانے والا۔ یا نہیں
 کھانے والا ہے۔ اور جو بہت سونے والا۔ یا نہیں سونے والا ہے۔ وہ یہ عمل
 نہیں کر سکتا۔ لہذا کھانے و سونے کے لئے اعتدال واجب ہے۔ اے
 ارجن مجھ اس عمل کے انسان کا دل شانت نہیں ہوتا جیسے جہاں ہوا نہیں
 ہوتی۔ وہاں چراغ بالاستقرار رہتا ہے۔ اسی طرح یوگ ابھیاں سے خواہشات
 کے رفع ہوئے دل قرار پکڑتا ہے۔

ارجن نے کہا۔ اے کرشن۔ من بہت پتھل ہے جو ہر وقت جسم اور حواس
 کی صحبت سے پریشان و حیران رہتا ہے۔ اور جس میں قسا قسم کے خواہشات

بھرے ہوئے ہیں۔ ایسے من کو قائم کرنا بہت مشکل ہے۔ جیسے اکاس میں
ہوا کا روکنا محال ہے۔
دو

چل ول پرتیاک پٹ دامن کچھک ہاتھ بھوت دیپ دیک سکھایوں من کتا نا
تشیخ جس طرح درخت کے پتے جھنڈے کا کپڑا بجلی کچھو کی پٹائی بھوتوں کا چراغ
اور چراغ کی لاٹ چنچل ہے اسی طرح من کی حالت ہے۔

اے ارجن یہ سچ ہے مگر جس شخص کا خیال دائمہ ذات حق میں محدود مستغرق
رہتا ہے۔ وہ اس کو قابو کر سکتا ہے۔

ارجن نے سوال کیا۔ کہ جو ارادت مند راہ حق پر چلا ہے مگر کافی تدارک کے
نہ ہونے سے یا کسی خواہش کی وجہ سے کما حقہ سنگیان کو حاصل نہ کر کے
بحر فنا میں غرق ہو گیا ہے۔ اس کو کیا نتیجہ ملے گا؟

سری کرشن نے جواب میں فرمایا وہ شخص شریف اور آسودہ گیانیوں کے
خاندان میں پیدا ہو کر اپنے عمل کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور حق سے واصل
ہو کر نجات ابدی و سرور سرمدی پاتا ہے۔ القصہ اے ارجن مجھ کو میرا بھگت
بہت عزیز ہے اور توں بھی میرا بھگت ہے لہذا میں تمہارے مفید مطلب
کنتا ہوں کہ جنگ کے لئے جلد آمادہ ہو اور کمر ہمت باندھ۔ ورنہ پچھتاؤں گا۔
اور کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ ارجن نے سنکر منہ پھیر لیا اور سخناں نصیحت آمیز کو
قبول نہ کیا تب سری کرشن نے اپنا ویراٹ سروپ دکھلایا اور زبان
دُرفشاں سے فرمایا۔ کہ اے ارجن توں میری حقیقت سے بالکل ناواقف
ہے۔ میں وہ مرد کامل ہوں۔ جو محیط کل عالم ہے۔ اور جس کے ظہور کا نور
ہر جگہ پُر و سالم ہے۔ اے ارجن زمین میں خشکی۔ آب میں طراوت۔ آفتاب
میں شعل۔ مہتاب میں ضیا۔ وید اور کتب میں اسم اعظم۔ ہر طالب کا مطلوب۔
ہر عاشق کا معشوق۔ ہر عابد کا معبود۔ ہر روز آور کا زور۔ ہر عاقل کا عقل۔
غرضیکہ ہر جسم کی جان میں ہوں۔ میں ہی کل عناصر میں موجود ہو کر کل مخلوق
کی پیدائش اور فنا کرتا ہوں۔ میری قدرت ایک جگہ قاتل اور دوسری جگہ

مقتول ہو رہی ہے۔ پس توں کسی قسم کا خوف یا وہم نہ کر بلکہ میری مرضی کے موافق قدم دھر۔ تیرا بھلا ہو گا۔

عارف نے کہا الغرض اس قسم کے سختان نصیحت آمیز و حکایات حقیقت پیز کو سکر ارجن کے گلے سے گرہ الفت کٹ گئی اور نہایت خاکساری و فروتنی سے دست بستہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے میرے مہربان سری کرشن آپ کی نظر شفقت سے میرے دل سے گرد الفت کا بادل اڑ گیا ہے اور اصل حقیقت کا آفتاب نظر آیا ہے۔ اب جو کچھ آپ ارشاد فرمادیں وہ کرنے کو تیار ہوں۔ سری کرشن نے فرمایا کہ دشمن سے لڑ اور سب سے صدمہ کی حفاظت کر۔

عارف۔ پس اے سالک۔ راہ حق پر چلنے کے لئے الفت نا جائز ہے قطع تعلق لازم ہے۔ کیونکہ روح الفت نا جائز کی وجہ سے نفس اتارہ کے مقابلہ میں شیطانی مار کے شانتی بیگم کے دیدینے کو تیار ہے۔ جلد تدارک واجب ہے۔ سالک۔ دست بستہ ملتی ہوا کہ وہ کیا حقیقت ہے؟

عارف۔ ایک دن کسی ایک بادشاہ نے اپنے وزیر صاحب تیز سے بیگم بیگم داؤ پر لگا کر شطرنج کھیلنی شروع کی۔ کھیلتے کھیلتے بادشاہ کی بازی ایسی حالت پر آٹھسری کہ بادشاہ کو بازی کے ہر جانب کا خطرہ پیدا ہوا۔ بلکہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور زنان خانہ میں آ کر اپنی بیگموں سے استفسار کرنے لگا۔ کہ تم میں سے کون وزیر کے پاس جاسے کہ اورضا مند ہے بادشاہ کی چار بیگمیں تھیں۔ اور ان کے نام یہ تھے۔ جہان۔ حیات۔ فنا۔ اور دلائم۔ ان ہر چہار بیگموں نے تدریجاً بادشاہ کو اس کی دریافت پر تفصیل ذیل جواب دیئے۔

(۱) جواب منجانب مسات جہان۔

تو بادشاہ جہانی جہان دستہ

کہ بادشاہ جہان جہان بکار آید

(۲) جواب منجانب مُسمات حیات۔

جہاں خوش است لیکن حیات میباید
اگر حیات نہ باشد جہاں چہ کار آید

(۳) جواب فنا۔

جہاں حیات وہمہ بے وفاست
فنا را طلب کن کہ آخر فناست

آخرش بادشاہ جہاں حیات اور فنا سے مایوس ہو کر دلارام کے پاس آیا اور کہا کہ اے پیاری جان میری بازی ہر گئی ہے اور جہاں وغیرہ میں سے کوئی بھی وزیر کے پاس جانا پسند نہیں کرتی۔ گو توں مجھے دل و جاں سے پیاری ہے مگر کیا کروں لاچار ہوں تم میں سے کسی نہ کسی کو ضرور وزیر کے پاس جانا مناسب ہے کہ میرا قول قائم رہے۔ تب دلارام نے جو بازی سے واقف تھی کہا۔

شاہا دورُخ بدہ دلارام را مدہ
فیل پیادہ پیش کن اسپ کشت ما

بدیں صورت جو اس جہاں کا بادشاہ ہے۔ اور من کے مقابلہ میں بازی کھیل رہا ہے۔ بازی ہر جانے پر اُس کو جہاں حیات اور فنا جواب دیکر مایوس کر دیتی ہیں۔ مگر جو تھی رانی دلارام یعنی شانتی بچنے کا طریق بتلاتی ہے۔ کہ اے بادشاہ دورُخ یعنی دل کی پریشانی کو دیدے۔ مگر جمعیت خاطر کی کندے۔ دیکھ ابھمان جو فیل کی مانند ہے اُس کا پیادہ میں پناہ اس پیادہ کو آگے بڑھا یعنی آپ کو سچا آئندہ روپ آتما جان اور وچار اسپ کے من کو کشت دے تو مجھے فتح حاصل ہوگی۔

سالک۔ القصہ انسان کو کیا کرنا چاہئے کہ جس سے فائدہ عظیم حاصل ہو؟
عارف۔ مفصلہ ذیل چند روایات کتناہوں گوش ہوش سے سنو۔
روایت ہے کہ کسی ایک پر اوپکاری مہاتما نے ایک عیالی کو حق تعالیٰ

کی طرف مائل کرنے کے واسطے ہدایت فرمائی۔ عیالی نے جواب میں عرض کی۔ کہ اے حضرت مفصلہ ذیل چھ امورات کا میری لوح ضمیر پر نقش ہے جس کے موجب عمل کرتا ہوں۔ اُس کے علاوہ جو کچھ آپ ہدایت فرمائیں اُس پر بھی عمل کیا کرونگا۔

(اول) جب تک حق حلال سے روزی حاصل کر سکتا ہوں۔ حرام کی طرف رغبت نہیں کرتا ہوں۔ مگر حلال دنیا سے کبھی گم نہیں ہوتا۔
(دویم) حتیٰ الامکان سچ بولتا ہوں اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہوں۔
(سویم) جب تک مجھے اپنی عیب بینی سے فرصت نہ ملے۔ تب تک دوسرے کے عیب نہیں دیکھتا ہوں مگر میرے میں اس قدر عیب ہیں کہ دوسروں کی عیب جوئی کی فرصت نہیں پاتا۔

فرد

صائب بہ عیب خویش فدا دست کارِ زباں ز نیک بد خلق بستہ ایم دیگر

فرصت دیدن عیب و ہنر خلق کجاست کہ بصد چشم شب و روز نگہبان خود آند (چہارم) جب تک شیطان یعنی نفس اتارہ کو اپنی آنکھ سے مُردہ نہ دیکھ لوں تب تک اس سے بچوٹ نہیں ہوتا ہوں۔

بڑے موزی کو مارا نفس اتارہ کو گراما۔ نہنگ اژدہا و شیر زمارا تو کیا مارا (پنجم) جب تک خداوند کریم کا خزانہ مالامال دیکھتا ہوں۔ تب تک مخلوق کے خزانہ کی طرف نظر نہیں کرتا ہوں۔ مگر پرکھو کا خزانہ ہمیشہ بھر پور ہے۔

نکلتا ہے جو ہر گل زر کف گلداز عالم میں خدا جانے زمیں میں دفن یہ کس کا خزانہ (ششم) جب تک اپنے دونو قدموں کو بہشت میں پہنچا ہوا نہ دیکھوں تب تک اپنے کسی عمل پر نازاں نہیں ہوتا ہوں۔ کیا معلوم انجام بخیر ہو یا مہماتمانے فرمایا کہ پس یہی چھ اصول ہیں جو انسان کو اولیا یا فرشتہ بنائے گئے

درج پر پہنچاتے ہیں۔ لہذا ان پر تا دم حیات تہ دل سے عمل کئے چلو۔
 روایت ہے کہ ایک صاحب تمیز بادشاہ نے بوقت نزع اپنے لڑکوں کو
 بلا کر کہا کہ میں نے تماری خاطر چار لاکھ جوہرات بے بہا یعنی ہدایات کا
 خزانہ جمع کیا تھا۔ مگر اب اتنا وقت میرے پاس نہیں رہا کہ کل خزانہ تمہارے
 تئیں تقسیم کر سکوں۔ لہذا ان میں سے چار ہدایات منتخب کر کے کہتا ہوں
 متوجہ ہو کر سنو اور عمل کرو۔ ان چار پر عمل کرنے سے تمہیں چار لاکھ کا
 فائدہ ملیگا۔ لڑکوں نے دست بستہ التجا کی کہ براہ مہربانی رحم فرما کر ہمیں وہ
 ہدایات عطا فرمائیے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ دو امر یاد رکھنے کے قابل ہیں
 اور دو بھلا دینے کے۔ لڑکوں نے عرض کی۔ کہ اے حضرت کون دو امور
 قابل یاد ہیں اور کون قابل فراموشی۔ بادشاہ نے کہا کہ اپنا مالک اور موت
 ہر وقت یاد رہنے چاہئے۔ اور اپنی بھلائی اور دوسرے کی بُرائی بھلا دینی
 واجب ہیں۔

اے سالک! جبکہ مسارا جہ را دن سری رام چندرجی کے ہاتھ سے بان
 کھا کر زمین پر گرا ہوا قریب تھا کہ جان دیدے اُس وقت سری رام چندر نے
 لکھشمن سے کہا کہ جلد جا کر حسب شرائط ارواۃ را دن سے کوئی نصیحت حاصل
 کر لو وہ بڑا پندت و گمانی ہے۔ لکھشمن نے حسب الارشاد سری رام چندرجی
 را دن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ را دن نے فرمایا کہ گزشتہ کی یاد اور
 آئندہ کی انتظار نہ کر کے حال میں خوشحال رہو۔ بس اطمینان کے لئے یہی
 کافی ہے۔

اے سالک مفصلہ ذیل ہدایت کو بیان کر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں اور
 شانتی و آند کا تحفہ تیرے آگے دھرتا ہوں۔ دوسرے حصہ میں کچھ جیتن فیو کا
 فسانہ سناؤنگا اور تیرے دل کا خدشہ مٹاؤنگا۔

ہدایت

اے میرے پیارے یہ دُنیا ٹھکوں کی بستی ہے۔ کہیں بلندی کہیں بستی ہے

قدم قدم پر خوف دامنگیر ہے۔ ہر طرف مایوسی اور نا اُمیدی کی نظیر ہے۔ جہاں کہاں مطلب پرستوں اور خود غرضوں کی بھیر بھاڑ ہے۔ ہر یک گیان۔ دیان۔ پریم۔ دیراگ۔ سر دھا اور بھگتی کے مال کو لوٹنے میں تیار ہے۔

اے میری جان! ذرہ سنبھل کے چلنا۔ ہر اک سے ظاہری سلوک رکھنا مگر دل سے نہ ملنا۔ سارے تیرے دل کو لینا چاہتے ہیں۔ بھلا ایک دل تو کس کس کو دیگا دل ایک اور لینے والے انیک ہیں۔ یہ پاک جو ہر جس کسی کے ماتھے آتا ہے۔ وہ اس کا ایک آدھ ٹکڑہ تو رکھ کر زایل کرتا ہے اس صورت سے کل دلہ اردل دیگر شکستگی و پر اگندگی کا ثمرہ اٹھاتے ہیں ماں اگر کوئی صاحب ہمت و دانش پوری پوری احتیاط اور خبر داری سے اس آئینہ کی حفاظت رکھے اور ایک ادویت نزو کار سر و اتما سچہ اند برہم سے ملا کر تو یقین ہے کہ وہ شخص دل کی انہر ت بھری تاثیروں سے محفوظ ہو کر زندگی کا ٹھٹھ اٹھائیکا اور حیات ابدی پائیکا۔ ورنہ بجز افسوس اور پشیمانی کچھ ماتھے نہ آئیکا۔ اے دل تو اپنی بہبودی کو مد نظر رکھ کر آب و گل سے نہ مل۔ تجھے ہر شے پیارے پر بھوکا جلوہ دکھائیگی بلکہ قطرہ قطرہ اور تیل تیل۔ تو اپنے ادھشٹاں کو پہچان اور اُسی میں سکھ مان۔ تو ست چت آنند سروپ اتما ہے۔ اپنے یا بیگانے کسی بھوت تک سیر سے تیرا داستوی یعنی حقیقی تعلق نہیں پس تو اپنی ذات میں قائم رہو۔

سوالک۔ اس آشوب گاہ دنیا میں انسان کو آرام و شانتی کس طرح نصیب ہو؟
عارف۔ خیال جب تک بیچو نہ ہو تب تک اس آشوب گاہ دنیا میں آرام و شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ اور جب خیال نمک کی پتلی کی مانند ذات کے سمندر میں محو ہو جاتا ہے اُس وقت وہ سرور اور لذت حاصل کرتا ہے جو قیصر ہند یا چکرورتی راجوں کو بھی میسر نہیں۔

تاہست نگر دی نکشی بار گراں عشق اے شترے مست کشد بار گراں را
بخودی کا وہ نشہ ہے کہ جس سے عامل متو ارا ہو کر شاہی دولت کو بھی بیچ

سمجھتا ہے اور دایا سہ اپنی ذات دایم اُس در میں محو رہتا ہے۔

نیستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں بے خودی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں
فرد
دیگر

پائے رغبت نگذارند بد امان بہشت ہمہ در سیر گلستانِ گریبان خود اند
دوا

سُرت اسوار دھیان کا گھوڑا لگن تماشے جانا
لگن نامنہ اک باغ عجائب جن انبرت پھل کھانا
سنا لک۔ چونکہ دل بشمار خیالات کا مجموعہ ہے۔ لہذا اس کی پریشانی رفع
ہونی احاطہ امکان سے باہر ہے۔

عارف۔ گو دل بشمار خیالات کا مجموعہ ہے مگر اس میں یہ بھی صفت ہے
کہ جب ایک خیال نمودار ہوتا ہے تو باقی کل خیالات پوشیدہ ہو جاتے ہیں
گو یا دل ایک ہی خیال کے آکار رہتا ہے۔ اور خیال و شے پدارتھ کے موافق
پیدا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خیال یعنی برقی کے نکلنے کے پانچ دروازوں میں
جن کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) گوش یعنی سرور (۲) حس لامسہ یعنی سچا۔
(۳) چشم یعنی چکھو (۴) زبان یعنی رسانا اندری (۵) بینی یعنی ماسکا۔ ان
پانچ دروازوں سے خیال باہر نکل کر و شے پدارتھوں یعنی شبد (آواز)۔
سپرش (لمس)۔ روپ (شکل)۔ راس (ذاتیقہ)۔ اور گندھ (بو) سے شامل
ہوتا ہے اور ملتے ہی اُس چیز کے موافق ہو جاتا ہے۔ جس سے اُس چیز کے
مطبوع یا نام مطبوع ہونے کا علم ہوتا ہے اور جو علم ساجھاس انتھکرن کے جسکو
جیو آتما بھی کہا گیا ہے۔ راگ دوشیکھ یعنی شادی و غم کا موجب ہوتا ہے۔
گو یا خیال کی پریشانی یا جمعیت کا سبب محض صحبت اشیا ہے۔ لہذا جس
قسم کی چیز ہوتی ہے۔ اُسی قسم کی حالت ہو جاتی ہے۔ چونکہ خیال نے باہر کی طرف
جاتا ہے اور اُس چیز کے آکار بھی ضرور ہوتا ہے کہ جس کے سننے دیکھنے وغیرہ

کے لئے باہر آیا ہے۔ تو پھر اس کی پریشانی رفع کرنی سخت مشکل کیوں نہ ہو جائے
 سالک اس خیال کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شہد درگوش پر حلقہ زن ہوتا
 ہے تو خیال فوراً سب کو چھوڑ کر اُس سے ملائی ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شے اُلکھ
 کے سامنے آتی ہے تو فوراً اُسے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسلئے
 اس خیال کا رد کتنا ناممکن ہو رہا ہے ہاں اگر کوئی شخص اپنے دروازوں پر
 دربان استادہ کر کے اُن کے نام حکم صادر فرما دے کہ بلا اجازت کسی کو اندر نہ لے
 نہ دو تو وہ شخص خیال کی بیرونی پریشانی رفع کر سکتا ہے۔ دربان یہ ہونے
 چاہئیں۔ درگوش پر پر بھویش یعنی حمد الہی۔ درتجا یعنی بس پر شکھیا یا بردشت
 درچشم پر میراگ یا نفرت۔ درزبان پر سنتو کہ یا قناعت۔ دربینی پر ستم یعنی
 یکسانی۔ اس صورت میں باہر کی غلاغت اندر داخل نہیں ہو سکتی۔ اندر کے
 خیالات اندر ہی رہتے ہیں۔ اور اندر و بی خیالات کی پیدائش کا معدن من
 اندر ہے جو پُرچی یعنی اُلفت۔ بجھے یعنی خوف۔ نہر بُلتا یعنی ناطق قتی۔
 ادھیڑج یعنی بے حوصلگی۔ سنکار یعنی سابقہ افعال کی تاثیریں یا جس کو چتر
 گپت یعنی مخفی نقوش بھی کہتے ہیں۔ گن یعنی ست برج۔ تم۔ پران یعنی کرشماتی۔
 (جس کے ذریعہ حرکت پیدا ہوتی ہے) کے ذریعہ خیالات جائز یا ناجائز پیدا کرتا
 ہے۔ اس کے صاف اور ایک اگر کرنے کا یہ طریق ہے کہ ہر وقت من کی برتی کو
 شدہ چندانہ برہم کے آکار رکھنا اور سجاتی یعنی ہنرات خیالات کے پردہ
 یعنی تسلسل سے وجاتی برتیوں یعنی دیگر خیالات کو احاطہ دل سے باہر نکالتے
 رہنا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی سنساری یا سرپ پر آورن کر نیلا خیال
 پیدا ہو تو فوراً اُس کو صندوق فراموشی میں ڈال کر فضل میراگ سے مقفل کرنا یا
 بالکل اپنے خانہ دل سے بدر کر دینا مناسب ہے۔ ہرگز کسی خیال بد اور
 ناجنس کو موقع نہ دیا جاوے کہ وہ خانہ عضمیر میں اپنا تسلط جما سکے۔ بلکہ سرسری
 طور پر معمولی خدمت لینے کے بعد اُس کا ترک واجب ہے۔ اور خیالات متعلق
 عرفان یا شدہ بہادنا کو ہر وقت کے شغل سے بچتے کرے تو من یعنی دل صاف

ہو کر سرچشمہ آرام و شانتی ہوگا۔
ساکل نے مستی میں آکر حیرت کی اُمنگ میں کنا شروع کیا۔

غزل

شمع رو جلوہ کُناں تھا مجھے معلوم نہ تھا
صاف پردے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
گل میں ٹبلیل میں ہر اک شاخ میں پتے میں
جا بجا اُس کا نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
بنیاد ہستے موہوم سمجھتے تھے جو کھنسر

پروطن اپنا جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
سچ تو یہ ہے کہ سوا یار کے جو کچھ تھا حیات
وہم تھا شک تھا گماں تھا مجھے معلوم نہ تھا
فرد

شراب شوق پیتا ہوں نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں
کفن اپنی کمانی کا میں دن اور رات سیتا ہوں

اوم شانتی شانتی شانتی

کیرتن

بھجن نمبر (۱)

پر بھونزو کار ایک اوتے انینگ
 سرب شکست سوامی مہاں تیج و نتا
 مہاں بل مہاں کل سرب رو پر رک
 اکھنڈ اکالنگ اجونی اچتنگ
 نمو آو پر کھنگ نمو آو دیونگ

سرب جگ ادھار و سرب نام و پنگ
 مہاں کل مہا دیو مہاں بھوت و پنگ
 مہیشنگ گنیشنگ سرب بھوپ بھوپنگ
 سری ام پیار و چد انند رو پنگ
 نمو وشن و پنگ نمو شو سرب و پنگ

۱۔ رب۔ خداوند ۲۔ بے عیب ۳۔ واحد ۴۔ لاشریک ۵۔ بے نظیر۔ قابل حمد و ثنا۔
 ۶۔ کل جہان کی پناہ ۷۔ مجموعہ اسماء و صفات ۸۔ قادر مطلق ۹۔ نور نور۔ سنا موت کی موت۔
 ۱۰۔ فرشتوں سے اعلیٰ تر ۱۱۔ بزرگ تر ۱۲۔ طاقت کل ۱۳۔ قدرت کل ۱۴۔ کل دیکھو تھر کر پولا
 ۱۵۔ خالق برحق ۱۶۔ خداوند عالمیاں ۱۷۔ جمع بادشاہوں کے بادشاہ۔ ۱۸۔ پروردگار۔ بے حسد۔
 ۱۹۔ میرا از قبہ زمانہ ۲۰۔ پیدائش سے فارغ۔ ۲۱۔ یکساں ۲۲۔ عین علم و دائم السرور ۲۳۔ سجدہ۔
 ۲۴۔ سب کی ابتدا ۲۵۔ ذات ۲۶۔ محیط کل عالم ۲۷۔ سبب نجات۔ کلیان سروپ۔ سب کی حیات داتا

بھجن نمبر (۲)

پر بھو جی مو ہے بھو سا بھارا

ٹیک

تُم ہی مات پتا تُم سوامی
 ساچی بُدھ ساچا دھن دتے
 سرب و گھن ناسیں مَن تن کے
 تُم رے یَش گُن منگل گاؤں
 انبرت بندھ پر بھو تُم ماہیں
 بشو سروپ زامے زل

تم ہو پران ادھارا
 ہے ست گوردوارا -
 ہے دُکھ بھجن پیارا
 ہے پر بھو پر م کر پارا
 مگن ہوئے تن سارا
 رام اناد اپارا -

بھجن نمبر (۳)

پر بھو میرا سب جگ پورن چاہے

ٹیک

جَل تھل ماہیں ایکو روّیا | دو جا نہ کوئی تھاپے

پھول میں گندھ اگن میں جوتی
 سب کی آدار آنت ہے سبکی
 ایک اکھنڈ نرانجن اکرے
 شدھ چندانند سرب کا آتم
 تریا ماہیں گئی برت میری
 مون بھئے اندرے من مانا
 نینیں نیند بھری سروتام

تل تل ماہیں دیا پئے
 سوامی سب کا ما پئے
 وید ہی تا ہے الاپئے
 غیر نہیں کوئی آپئے
 مٹ گئے سگلے تا پئے
 ادوے جاپ ہی جاپئے
 رام ہی آپئے آپئے

بھجن نمبر (۴۴)

غزل

وہ نہ کروں کام جوتیری ضانیہ
 وہ نہ دیکھے آنکھ جہان جوتیر اجلو
 اپنی رحمت کا دوار کھول بکھو دو
 میرے پیارے سیر سوامی میرے تم خدا

وہ نہ سنوں نام جوتیری شانانہ
 وہی دیکھوں حُسن جوتیرے بنانہ
 وہ ہے مُردہ دل جو کچھ پے آفانہ
 کون میرا ہے یہاں جوتوں میرا نہ

تَن جھکاؤں مَن جھکاؤں سجدہ کر دیں	رآم تیرے بن کوئی میرا خدا نہ ہو
-----------------------------------	---------------------------------

بھجن نمبر (۵)

توں میرے مناسہری گُن کو نت گ
ٹیک

سوہنگ طبلہ مٹرت سرنگی	پریم کی تار بجا
شدھ چدانند میں مگن ہوئے کر	دیوہنگ بھلا
سردھاسہت سنوبریم و دیا	مکت پدارتھ پا
بندھ مکت تے مکتے ہو کے	شانت سہت گھر جا
دُر بھ مانش جنم کو پا کے	پوران لاجھ اوٹھا
رآم کست گج اندرے رَس کو	برہمانند سسا

بھجن نمبر

تیرے اندر برہم اپار کوڑے	توں دل درپن کو نہار کوڑے
--------------------------	--------------------------

ٹیک

چودہ طبقاں می سیر ہے وچ تیرے	ذرہ پاکھاں اپنی سار کوڑے
مَدِ پنی اگیان دا بانور یے	کیٹوں پھر دی ہیں گھر گھر خوار کوڑے
حق چھوڑنا حق ول دھانویٹیں	کھیں پے گئی تینوں دھار کوڑے
مل رآم پیارے نوں گل لکے	توں بھرم دا گھنڈا اتار کوڑے

بھجین منب (۷)

گت چرخہ برہم وچار کوڑے	تیں چھڈناں ایہ سنسار کوڑے
------------------------	---------------------------

ٹیک

تیرے تکلے وچ کیہاں ول پیا	توں جھبڈے ول نکار کوڑے
تیرے سیّاں گت گت بٹھ گیاں	تیں آج ہوں نہ پایا سار کوڑے
ایہ چرخہ رنگ رنگیلا ہے	توں اسدی شان سنبھار کوڑے
ایہ رآم نے ساجیا چخرنی	گت سوت تال تانی چار کوڑے

بھجن نمبر (۸)

توں تن دا اوڑا پھیر کوڑے توں دھرم دا سٹرا ٹیر کوڑے

ٹیک

کیوں سستی میں پیر پار بی	تیرے پھر دی ہے مونچھ فیڑے
توں دیکھ اوٹاں دل مڑ کے	جناں لایا نام دا ڈھیر کوڑے
توں کرے کم اس دھیرے وچ	جو ہووے جی دی خیر کوڑے
ہُن بھجے رام پائے نوں	نہیں آدنا ایتھے پھیر کوڑے

بھجن نمبر (۹)

ایہ دو دم دا جگ میلا ہے تیں جانا ایتھو اکیدا ہے

ٹیک

کیوں آکڑا آکڑا چلنا ہے -	توں یم دا بکر اپلنا ہے -
تین انت مٹی وچ رلنا ہے	تیرے سرتے کال گریلا ہے
جس تن دا توں مان کرے نے	جس نوں عطر پھول لگے نے

ایہ کال پلنگ دا چھیلا ہے	کھا کھا دُن بے وانگ پلے نے
خویش قبیلے دوست بنینے	جاں گھروچ توں بن بن بہنے
تیرے ساتھ چلے نہ وھیلا ہے	بے اوڑک وادھن جُڑینے
کیوں لعل امولک کھوئے ہوں	کیوں غافل ہو کے سوئے ہوں
ایہ رام بھجن دا دیلا ہے	کیوں عقل اندھا ہوئے ہوں

بھجن نمبر (۱۰)

آؤ سکھی پیادکھن چلئے پیارے رنگ رنگیلے نوں

ٹیک

ملئے یار ریلے نوں	جاں کے سر پہ تلج خدائی
دیکھو چھیل چھیلے نوں	جانکی سو بھاگٹ گٹ پورن
سنئے خوب مریلے نوں	جانکی مڑی جگ دس کینو
سچے رام دیلے نوں	سروا تم ہت کاری سرب کو

بھجن نمبر (۱۱)

پیا سنگ لاگ رہی موری چھتیاں
 ہُن میں پیا دے پریم دی رتیاں
 سب سکھیاں سُن مگن بھئی ہیں
 مُدھر سیلی دیکھو پیا دی بستیاں
 شیر شکر ہو رلیل و چریں

جھٹٹی میں لکھنو پیا دل پتیاں
 سارا بھجن ایویں ہی رہیو سے
 اک دو دوچوں پونیاں کتیاں

پیا سنگ رآم پیا میں ہوئی
 پیا دے گیان سگندہ دی متیاں

بھجن نمبر (۱۲)

کھیل ری پیاری ہو ری پیا سنگ واری واری
 تُو رے مَن تَن لاگے پیا دی کٹاری کا ری

ٹیک

مورے انگ سنگ لاگو رنگ رسی نہ ہو دے بھنگ
 توں بھی آئے کھائے پیاری پریم پکاری کاری
 مان تان چھوڑ سب پیادِن رین جب
 کھول دے کو ار پیاری رآم آدے باری باری

بھجن نمبر ۱۳۱

سکھی ری آج ہوئی گُڈا

ٹیک

رُبل پیانگ ہو ری کھیلیں	جِت کِت پیارا یار
دل چ دس راہ دم پیارا	اکھیاں وچ بہار
سب سکھیاں گل خوشی دا چولا	سر بھو چھن زریدار
پریم ہری دے مد کر ماتے	بندھ گئی نینوں میں تار
ناچیں گا دیں خوشیاں مناویں	گھنگرن کی جھنکار

چھوٹی کیسردھار	پچکاری بہت کی پیامارے
دیکھو پیانگل صا ر	پیامورے انگ انگ لاگی
بچھڑی ہوئے خوار	سوئی سوماگن جو سنگ یتیم
بچھڑی نوں ربدی مار	پیاسنگ رتیاں خوشیاں ملنے
ہو گئی میں بلہار	دیکھو پیامورے انگن آیا۔
ہو دے بہار بہار	رآم پیاسنگ میں بھی رمدی

بھجن نمبر (۱۴)

ہوری کھیلیں سنتن سنگ

ٹیک

سنسے ہوں سب بھنگ	جنگے سنگ تے دُرمت بھاگے
لاگے گیان کارنگ	جنگے سنگ تے شُدھتا اوچھے
جیوں سلتا بل گنگ	جنگے سنگ میں پاپی اودھیریں
بھیجیں سگرے انگ	سُن سُن وچن پرکاشے گیانا
ڈارت ہوئے اسنگ	بھر پکاری وچسن داری

رام کا نام ستار طنبورہ	باجت تال مردنگ
------------------------	----------------

بھجن نمبر (۱۵)

سادھو سہج سادھ لگیجے
ٹیک

شہادی پر پنچ و شے کو	اندریوں ماہیں ملیجے
اندریوں کو نچ کارن من میں	سہجے لین کرتیجے
بڈھ میں من ہنکار میں بڈھ کو	اہنگ برت جیو سہجے
جیو آتم کو خالص کر کے	برہم کو ٹستھ دیکھیجے
شانت آتم شدہ بزرگن ساکھی	پورن برہم مینیجے
رام کت لے چنٹن دوارہ	ایکو برہم لکھیجے

بھجن نمبر ۱۶

ہراک اپنی گت کو پاوے	جو کچھ نیجے سوئی اٹھاوے
----------------------	-------------------------

نیکی کا مادہ ہے جس ماہیں	تاکو تاؤت ہی رس جاوے
جانکے چت کو بدی نے گھیرٹو	تاں بد کو بدی آئے دباوے
گو پر تھوی میں سب کے مڈے	پر جو بیچ سوئی گن آوے
گن او گن سب بٹھ میں پورن	سفسکارن تے جیود دھاوے
سنگ پر تاب تے رام پیلے	دھشت بنے ار برہم سماوے

آرتی نمبر (۱)

اوم بے چیتن دیوا	سوامی بے چیتن دیوا
رکھی ارٹن پچ مارے	نہیں پاؤت بھیوا
رہاؤ	

شیش مہیش گنیش و ہنیشے	سار دانت نہ آوے
سوامی سار دانت نہ آوے	

اندر ادپندر سستی	برہما پار پناوے
وايو اگنی آوت انگرہ	گو تم جیمینی گادیں۔

سوامی گوتم جینی گاویں

اُنت پر بھوکا دیاس	کیل مَن نہیں پاویں
پورن پُرکھ دیا پک اوّھے	بنت نرمل ابناشی

سوامی بنت نرمل ابناشی

انتر جامی در ششٹا	گھٹ گھٹ کے واسی
اچل ابھید اکھنڈا نامے	ست چت آنند سارا

سوامی ست چت آنند سارا

اسنگ اناد نرنجن	اکرے اگم اپارا۔
شدھ سروپ اجنا زبے	سرو اتم اتی پیارا

سوامی سرو اتم اتی پیارا

سونیک پرکاشی سواستھ	سب میں سب تے نیارا
جگ کرتا ہرتا دھرتا پچھو	ادبھت کھیل شمارو

سوامی ادبھت کھیل شمارو

روپ نہ ریکھ اکارو	ایکھ ار رہت وکارو
-------------------	-------------------

سہارا ج شانتی سکھ داتا	پرمانند سروپنگ
------------------------	----------------

سوامی پرمانند سروپنگ

زرگن سرگن سوامی	اچرج روپ انوپنگ
اکل اکل اچل اگوچر	برہم کو شتھ ادھارا

سوامی برہم کو شتھ ادھارا

اندرے گن من بھوپم	اکھیرگیان بھنڈارا
واسیہ دیو نارائن ایشور	رام گوپند کھاویں

سوامی رام گوپند کھاویں

سب دیون کے دیوا	نت دشنو دھاویں
منگل روپ دوکھ دُکھ ہرنا	سب دگھنوں کے ناشک

سوامی سب دگھنوں کے ناشک

سرد کا منا پورن	آتم سکھ پرکاشک
-----------------	----------------

آر تی نمبر (۲)

جے جے ستگور پیارا	سوامی جے ستگور پیارا
-------------------	----------------------

بارنگ بار نمو مَم	ہے جگت ادھارا
-------------------	---------------

رناؤ

شانتی سرورپ آنند کی موت	ناشک وکھ سنارا
-------------------------	----------------

پیارے ناشک وکھ سنارا

سب سکھ داتے پاکک	دیال پر بھو کر پارا
برہم دویا کے سوامی ایشو	گیاتے آتم سارا

پیارے گیاتے آتم سارا

ست ادپدیش منوہر	میٹے تم اپارا -
دنبھ نہ ہیر کھا لوبھ نہ جانیں	سب جگ کو ہتکارا

پیارے سب جگ کو ہتکارا

من کے پاپ مٹا دیں	ست گور پر اوپکارا
جیو ادھار نہت کو دھکر	لینو ست اوتارا

پیارے لینو ست اوتارا

سب گن پورن سوامی	واہ واہ رآم پیارا
------------------	-------------------

فہرست مضامین غیرہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۴۲	عارف کی ہدایت دربارہ حالت دنیا	۲۳	۱	۱
۴۴	عارف کی ہدایت دربارہ درستی خیال	۲۴	۲	۲
۴۵	غزل یا بھجن	۲۵	۳	۳
۴۵	حسن خویش از روئے خواباں	۲۶	۴	۴
۴۵	بیخود ہو کر پھر نفع اہو تو جاننے	۲۷	۵	۵
۴۶	کوئی سودا ہی ہے دھن کے پیچھے	۲۸	۶	۶
۴۷	جہاں میں کیا کیا خرم کے اپنے	۲۹	۷	۷
۵۱	خود ہی کو دور کر بندے	۳۰	۸	۸
۵۶	تیری میرے پیارے	۳۱	۹	۹
۵۶	شمع رو جلوہ کنائں تھنا	۳۲	۱۰	۱۰
۵۷	پر بھو بڑو کار ایک او دے اونینگ	۳۳	۱۱	۱۱
۵۸	پر بھو جی مو ہے بھو سا بھارا	۳۴	۱۲	۱۲
۵۸	پر بھو میرا سب جگہ پورن جاے	۳۵	۱۳	۱۳
۵۹	وہ نہ کروں کام جو تیری رضا نہ ہو	۳۶	۱۴	۱۴
۶۰	تو میرے منہ پر ہی گن کو بہت گ	۳۷	۱۵	۱۵
۶۰	تیرے اندر برہم اپار کوڑے	۳۸	۱۶	۱۶
۶۱	کت چرخہ برہم و چار کوڑے	۳۹	۱۷	۱۷
۶۲	قول حق وا اورا پھیر کوڑے	۴۰	۱۸	۱۸
۶۲	ادب و دھم دا جگہ میلا ہے	۴۱	۱۹	۱۹
۶۳	اوپر سے کسی پیادیکھن چلے	۴۲	۲۰	۲۰
۶۴	پیادے سنگ لاگ رہی	۴۳	۲۱	۲۱
۶۴	کھیل رہی پیاری پوری	۴۴	۲۲	۲۲
۶۵	سکھی رہی آج ہوئی گلزار	۴۵	۲۳	۲۳
۶۶	ہو رہی کھیلین سنتن سنگ	۴۶	۲۴	۲۴
۶۷	سادھو سچ سادھو گنج	۴۷	۲۵	۲۵
۶۷	ہر اک اپنی گت کو پاوے	۴۸	۲۶	۲۶
۶۸	آرتی	۴۹	۲۷	۲۷
		۵۰	۲۸	۲۸
		۵۱	۲۹	۲۹
		۵۲	۳۰	۳۰
		۵۳	۳۱	۳۱
		۵۴	۳۲	۳۲
		۵۵	۳۳	۳۳
		۵۶	۳۴	۳۴
		۵۷	۳۵	۳۵
		۵۸	۳۶	۳۶
		۵۹	۳۷	۳۷
		۶۰	۳۸	۳۸
		۶۱	۳۹	۳۹
		۶۲	۴۰	۴۰
		۶۳	۴۱	۴۱
		۶۴	۴۲	۴۲
		۶۵	۴۳	۴۳
		۶۶	۴۴	۴۴
		۶۷	۴۵	۴۵
		۶۸	۴۶	۴۶
		۶۹	۴۷	۴۷
		۷۰	۴۸	۴۸
		۷۱	۴۹	۴۹
		۷۲	۵۰	۵۰
		۷۳	۵۱	۵۱
		۷۴	۵۲	۵۲
		۷۵	۵۳	۵۳
		۷۶	۵۴	۵۴
		۷۷	۵۵	۵۵
		۷۸	۵۶	۵۶
		۷۹	۵۷	۵۷
		۸۰	۵۸	۵۸
		۸۱	۵۹	۵۹
		۸۲	۶۰	۶۰
		۸۳	۶۱	۶۱
		۸۴	۶۲	۶۲
		۸۵	۶۳	۶۳
		۸۶	۶۴	۶۴
		۸۷	۶۵	۶۵
		۸۸	۶۶	۶۶
		۸۹	۶۷	۶۷
		۹۰	۶۸	۶۸
		۹۱	۶۹	۶۹
		۹۲	۷۰	۷۰
		۹۳	۷۱	۷۱
		۹۴	۷۲	۷۲
		۹۵	۷۳	۷۳
		۹۶	۷۴	۷۴
		۹۷	۷۵	۷۵
		۹۸	۷۶	۷۶
		۹۹	۷۷	۷۷
		۱۰۰	۷۸	۷۸

فہرست کتب ست دھرم (ویدانت مت) جو ست دھرم سیکس کے ملکتی ہیں

نمبر	نام کتاب	قیمت بلا محصول
۱	گلزار معانی اردو	عمیر
۲	آئینہ ہند جلد اول	۶
۳	جلد دوم	عمیر
۴	جلد سوم	عمیر
۵	قانون حقیقت	۶
۶	مناجات	۳
۷	شانت سرود اردو	
۸	گورکھی	۱۲
۹	ناگری	۱۲
۱۰	برہمہ درپن گورکھی	۸
۱۱	بال رکھیا	۲
۱۲	رام لباس	۲
۱۳	اردو	۲
۱۴	ست گیان کلپ ترو	
۱۵	گورکھی	۱۲
۱۶	مجموعہ شانت سرود ست گیان کلپ ترو	
۱۷	کلید معرفت اردو	۲
۱۸	چراغ حقیقت	۵
۱۹	مکاشفہ فارسی	

نوٹ۔ جن کتب کے مقابل قیمت درج نہیں ہوئی وہ پچھنے والی ہیں یا چھپ رہی ہیں۔

ست دھرم سیکس ملک چاند درام شکری

سادھارن نیم یا اصول

- (۱) ست سنتو کہ وغیرہ اخلاق حسنہ کو کہنا۔
- (۲) ست چہت آنند شدھ نر و کا پیری پورن پر اتما پر یقین صادق لانا
- (۳) اپنا سدھار کر کے اپنے ہم جنسوں کو روحانی و جسمانی فائدہ پہنچانا۔
- (۴) صلح کل کو اپنا دھرم یا ایسا بنانا۔
- (۵) عبادت حق سے درجہ اعلیٰ پانا۔ اور
- (۶) آپ کو پہچان کر حق سے حاصل ہو جانا۔

نوٹس

۱۔ اس کتاب کے کل حقوق محفوظ رکھے گئے ہیں۔ لہذا بلا اجازت مصنف کسی کو اس کے چھاپنے یا چھپوانے کا اختیار نہیں۔

۲۔ جس کتاب پر دستخط مصنف نہیں ہونگے وہ کتاب مال مسروقہ تصور ہوگی۔

۳۔ قیمت فی جلد بلا محصول ڈاک ۵۔

دستخط مصنف

